ماہنامہ

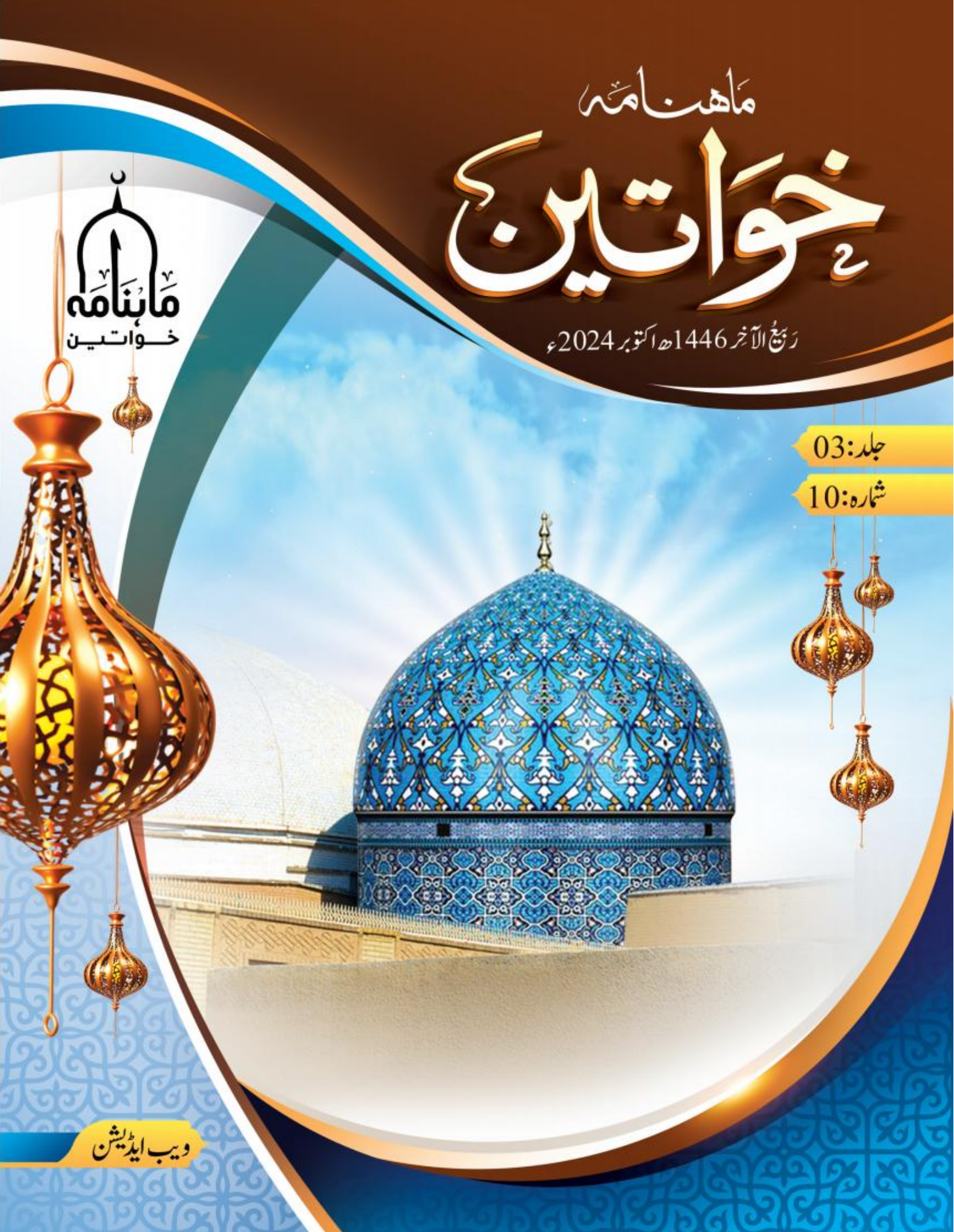
خواتین

ربیع الآخر 1446ھ اکتوبر 2024ء

ماہنامہ خواتین

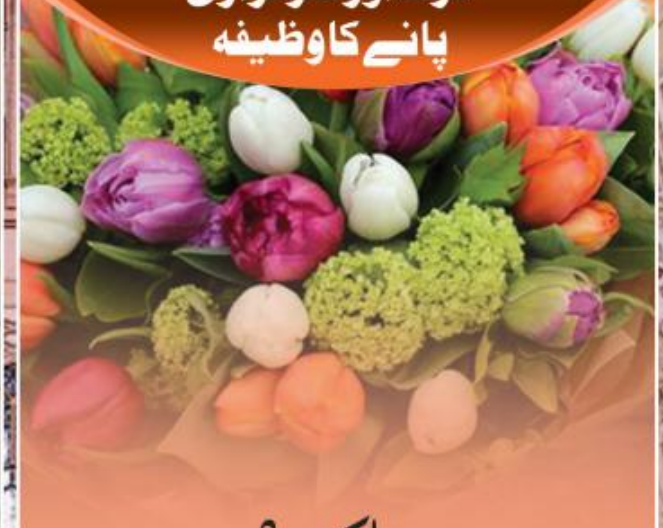
جلد:03

شمارہ:10



ویب ایڈیشن

عزت اور سرفرازی پانے کا وظیفہ



یَا اَحَدُ

جو کوئی 9 بار پڑھ کر حاکم (یا افسر) کے آگے جائے گا، اِن شآءَ اللہُ الکریم عزت و سرفرازی پائے گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص255)

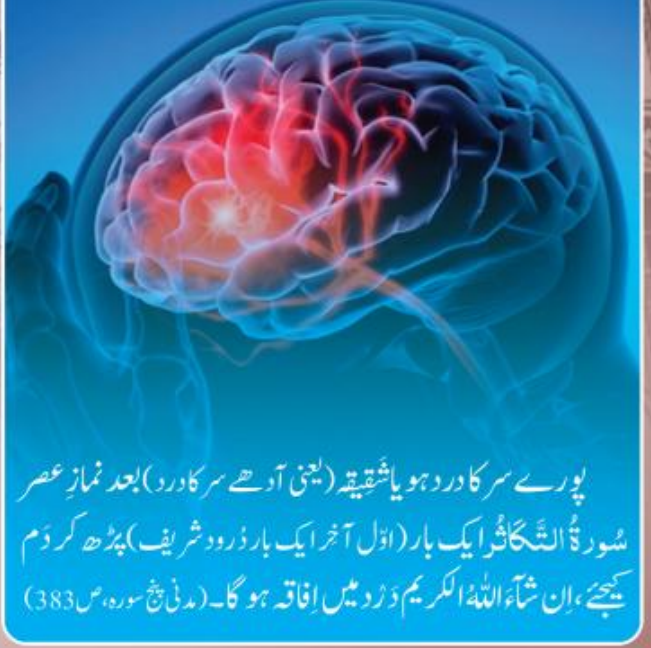
دائمی بیماری کا روحانی علاج



یَا مُعِیْدُ

دائمی مریض ہر وقت پڑھتا رہے، اللہ ربُّ العزت صحت عنایت فرمائے گا۔ (بیمار عابد، ص39)

سر دَرْد کا روحانی علاج



پورے سر کا درد ہو یا شقیقہ (یعنی آدھے سر کا درد) بعد نمازِ عصر سُورۃُ التَّکَاثُر ایک بار (اوّل آخر ایک بار دُرود شریف) پڑھ کر دَم کیجئے، اِن شآءَ اللہُ الکریم دَرْد میں اِفاقہ ہو گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص383)

عیادت کرتے وقت یہ دُعا پڑھیں



جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو 7 بار یہ دُعا پڑھے: اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (ترجمہ: میں عظمت والے، عرشِ عظیم کے مالک اللہ پاک سے تیرے لئے شفا کا سوال کرتا ہوں) اگر موت نہیں آئی ہے تو اُسے شفا ہو جائے گی۔ (ابوداؤد، 3/251، حدیث:3106)

فہرست

حمد و نعت	نعت و منقبت	2
پیغام بنتِ عطار	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 25)	3
تفسیرِ قرآنِ کریم	بُرائی کو بھلائی سے دور کرو	5
شرحِ حدیث	جادو سے حفاظت کے نسخے (قسط 7)	7
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی قرآن سے محبت	10
معجزاتِ انبیا	حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزات و عجائبات	12
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلام رضا	14
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	17
اسلام اور عورت	بیٹیوں کو صالحات کی سیرت پڑھائیں	19
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	21
ازواجِ انبیا	حضرت عائشہ اور پردے کا اہتمام (قسط 4)	22
رسم و رواج	بارات	24
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	باادب بانصیب (قسط 3)	27
اخلاقیات	نیکی پر مدد	32
	گناہ پر مدد	34
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	36
مدنی خبریں	شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز	39

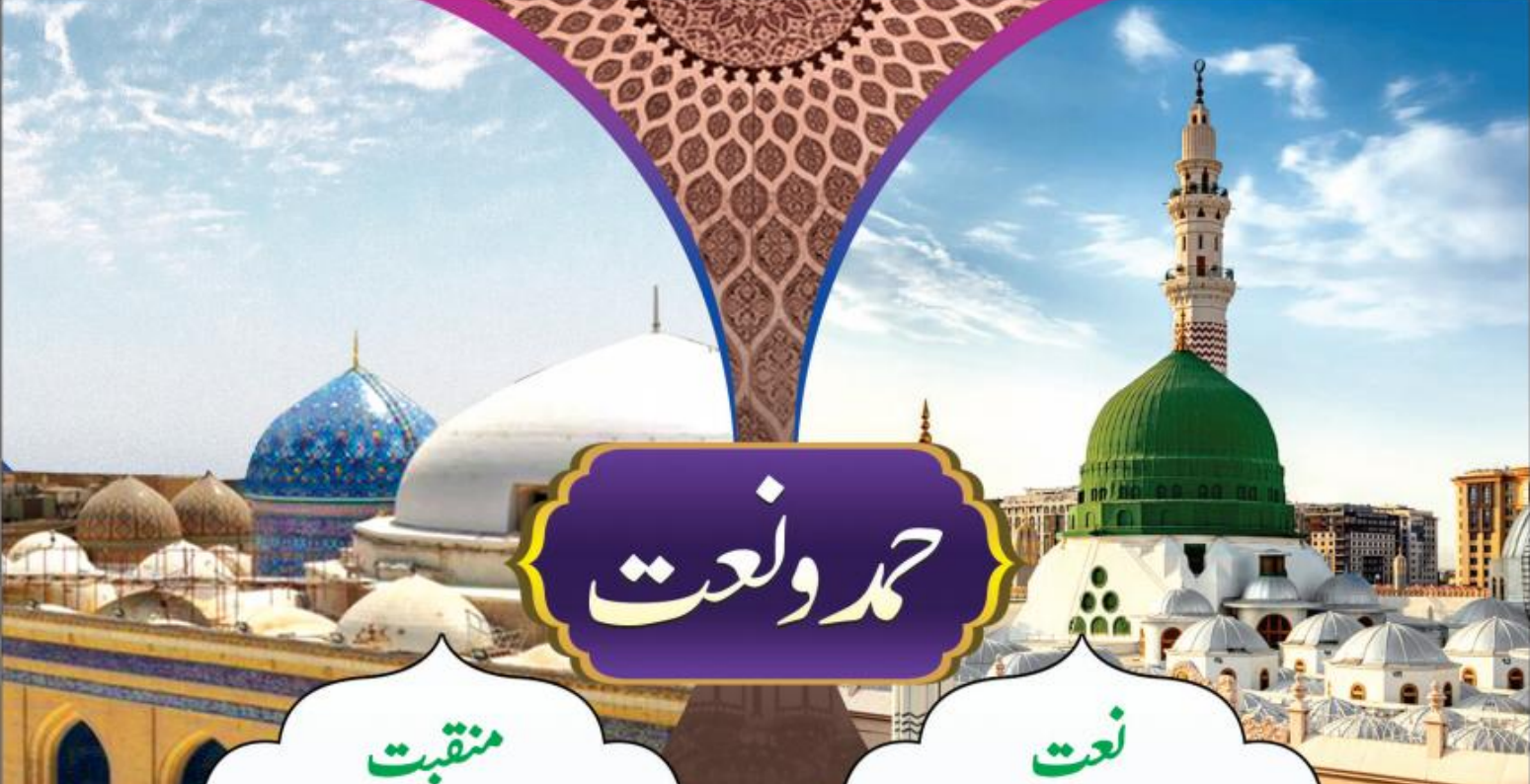
چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری عطاری

سینئر معاون
مولانا ابوزین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر
ابوعباس قادری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی



حمد و نعت

نعت

محمد مصطفیٰ نورِ خدا نامِ خدا تم ہو

محمد مصطفیٰ نورِ خدا نامِ خدا تم ہو
شہِ خیرُ الوریٰ شانِ خدا صَلِّ عَلیٰ تم ہو

غریبوں درد مندوں کی دوا تم ہو دُعا تم ہو
فقیروں بیَواؤں کی صَدا تم ہو نِدا تم ہو

حبیبِ کبریا تم ہو اِمامُ الْاَنبیآء تم ہو
محمد مُصطفیٰ تم ہو محمد مجتبیٰ تم ہو

ہمارے مَلْجا و ماوا ہمارا آسرا تم ہو
ٹھکانہ بے ٹھکانوں کا شہِ ہر دوسرا تم ہو

غریبوں کی مدد بے بس کا بس رُوحی فِدا تم ہو
سہارا بے سہاروں کا ہمارا آسرا تم ہو

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیّوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوبِ خدا تم ہو نَبِیُّ الْاَنبیاء تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دُوسرا کوئی تو اپنا دُوسرا تم ہو

از: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

بیاضِ پاک، ص 13

منقبت

طلب کا مُنھ تو کس قابل ہے یاغوث

طلب کا مُنھ تو کس قابل ہے یاغوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یاغوث

دُوہائی یا مُحیُّ الدِّین دُوہائی
بَلا اسلام پر نازل ہے یاغوث

خُدارا ناخدا! آ دے سہارا
ہَوا بگڑی بھنور حائل ہے یاغوث

غَیُورا! اپنی غیرت کا تَصَدُّق
وُہی کر جو ترے قابل ہے یاغوث

خدارا مرہم خاکِ قدم دے
جگر زخمی ہے دل گھائل ہے یاغوث

تو قُوّت دے میں تنہا کام بِسیار
بدن کمزور دل کاہل ہے یاغوث

رضاؔ کا خاتمہ بِالْخَیر ہوگا
تِری رحمت اگر شامل ہے یاغوث

از: امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

حدائقِ بخشش، ص 261



63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 25)

اللہ پاک اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد عورت پر جس ذات کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے وہ اس کے والدین ہیں یا اس کا شوہر ہے۔ چنانچہ ان دونوں رشتوں کی اہمیت کے پیشِ نظر امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں یہ سوال عطا فرمایا ہے:

سوال نمبر 25: کیا آج آپ شادی شدہ ہونے کی صورت میں شوہر اور غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں والدین کے ساتھ ادب و احترام بجا لائیں؟ (ان کی کہی ہوئی بات شریعت کے مطابق ہو تو ماننا، والدہ کا ہاتھ چومنا، ان کی آواز سے اپنی آواز کم رکھنا وغیرہ۔ سسرال میں ہونے کی صورت میں ساس کے لئے بھی اس کا لحاظ فرمائیں مزید تفصیلات کے لیے رسالہ **سمندری گنبد** کا مطالعہ فرمائیے۔)

شوہر کا ادب کرنا

میاں بیوی کا رشتہ اللہ پاک کے ہاں بہت مقدس، پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔ اس خوبصورت رشتے کی بنیاد ادب و احترام، اعتماد و محبت کے ساتھ قائم ہوئی ہے۔ یقیناً ایک کامیاب خاتون وہ ہوتی ہے جو اپنے شوہر کو خوش رکھنے اور اپنے گھر کو امن کا گہوارہ بنانے میں بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ نیک عورت دنیا کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ نیک بیوی شوہر کے لئے باعثِ فخر اور سب سے انمول تحفہ ہے۔ چنانچہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ اللہ پاک کے سوا کسی کو سجدہ کرے تو ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔[1] حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارک کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے، اسی لیے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا ہے۔ خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری اشد ضروری ہے، اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے۔[2] یعنی شادی شدہ عورت کے لیے شوہر کی فرمانبرداری میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

عورت کی جنت کا راستہ اللہ پاک اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت کے بعد شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری سے شروع ہوتا ہے۔ کاش! ہماری خواتین کامیابی کا راستہ دکھانے والے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق شوہر کی اطاعت کو اپنے لئے باعثِ عظمت سمجھ لیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اس ضمن میں ایک خوب صورت واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ چنانچہ عہدِ صحابہ کے مشہور قاضی اور فقیہ ابو اُمَیَّہ شُرَیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے بنو تمیم کی ایک عورت سے شادی کی، جب وہ پہلی رات میرے پاس آئی تو میں نے کہا: شوہر کے لیے مستحب ہے کہ جب دلہن اس کے پاس آئے تو وہ کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ پاک سے اس کی بھلائی مانگے اور اس کے شر سے پناہ طلب کرے۔ یہ کہہ کر میں اٹھا اور نماز کے لیے وضو کرنے لگا۔ جب نئی نویلی دلہن نے میرا یہ عمل دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر میرے ساتھ وضو کرنے لگی اور پھر ہم دونوں نے ایک ساتھ نماز ادا کی۔ جب گھر مہمانوں سے خالی ہو گیا تو میں اس کے پاس آیا اور اپنا ہاتھ اس کی پیشانی کی طرف بڑھایا تو اس نے کہا: اے ابو امیہ! ذرا ٹھہریئے! پھر اس نے اللہ پاک

کی حمد و ثنا اور حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درودِ پاک پڑھنے کے بعد کہا: اے میرے سرتاج! میں ایک اجنبی عورت ہوں، آپ کی عادتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ لہٰذا آپ مجھے وہ باتیں بتادیجیے جو آپ کو پسند نہیں تاکہ میں ان سے بچوں۔ اللہ پاک کی قسم! میری بیوی کی ان دانشمندانہ باتوں نے مجھے بھی کچھ کہنے پر مجبور کر دیا، میں نے اسے اپنی پسند و ناپسند کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا: آپ کو میرا اپنے میکے والوں سے ملنا جلنا کس حد تک پسند ہے؟ میں نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں کہ بہت زیادہ آمد و رفت کی وجہ سے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیں۔ پڑوسیوں کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا: فلاں لوگ نیک ہیں اور فلاں لوگ اچھے نہیں۔ اس طرح میں نے اس کے ساتھ وہ پہلی رات بہت اچھے طریقے سے گزاری اور پھر 20 سال اس سعادت مند عورت کے ساتھ گزار دیئے مگر مجھے کبھی اس کی کوئی بات ناگوار نہیں گزری۔[3]

والدین کا ادب کرنا

یقیناً ماں باپ کا درجہ بہت بلند و بالا ہے۔ ان کی دعائیں اولاد کے حق میں مقبول ہوتی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان کو خوب خوش رکھیں اور ان کی دعائیں حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔ کیونکہ ان کی خوشی ایمان کی سلامتی اور ان کی ناراضی ایمان کی بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ ماں باپ کی فرمانبردار سدا پھلتی پھولتی اور شاد و آباد رہتی ہے جبکہ والدین کو ستانے والی دنیا میں بھی سزا پاتی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: سب گناہوں کی سزا اللہ پاک چاہے تو قیامت تک مؤخر رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا جیتے جی دیتا ہے۔[4]

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا ہمیں ان کی عزت کرنی چاہئے اور ان کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان کی نافرمانی باعثِ وبال ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہو گا، عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلا نازل ہو گی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔[5]

زخمی انگلی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میری ماں نے مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لایا تو وہ سو چکی تھیں، لہٰذا میں ان کے جاگنے کے انتظار میں کھڑا رہا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو فرمایا: پانی کہاں ہے؟ میں نے پیالہ پیش کر دیا۔ پیالے کا کچھ پانی میری انگلی پر گر کر سردی کی شدت کے سبب جم گیا تھا۔ چنانچہ جب والدہ ماجدہ نے پیالہ پکڑا تو میری انگلی کی کھال ادھڑ گئی اور خون بہنے لگا۔ ماں نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا؟ میں نے سارا معاملہ بیان کیا تو ماں نے یوں دعا کی: یااللہ! میں اس سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔[6] جن خوش نصیبوں کے والدین زندہ ہیں ان کو چاہئے کہ روزانہ کم از کم ایک بار ان کے ہاتھ پاؤں چوما کریں کہ ایک روایت کے مطابق اپنی والدہ کے پاؤں کو چومنا جنت کی چوکھٹ کو چومنے کی طرح ہے۔[7]

63 نیک اعمال کا رسالہ مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے قیمۃً حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ہر ہر سوال پر عمل کا معمول بنالیجئے اور ہر سوال کے نیچے دیئے گئے خانوں کو عمل ہونے کی صورت میں (√) اور عمل نہ ہونے کی صورت میں (0) ان نشانات کے ساتھ Fill کیجئے اور ہر انگریزی ماہ کی پہلی تاریخ کو بدھ اجتماع میں اپنی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، ان شاء اللہ ڈھیروں بھلائیاں حاصل ہوں گی۔

---

1 ترمذی، 2/386، حدیث: 1162 2 مراٰۃ المناجیح، 5/97 ملتقطاً 3 مستطرف، 2/400، 401 ملخصاً 4 مستدرک، 5/217، حدیث: 7345 5 فتاویٰ رضویہ، 24/384 6 نزہۃ المجالس، 1/261 7 درمختار، 9/606



بُرائی کو بھلائی سے دور کرو

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز
فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (پ24، حٰمٓ السجدۃ:34) ترجمہ: بُرائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی وہ اس وقت ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے۔

تفسیر

تفسیرِ ماوردی میں ہے کہ یہ آیت ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تکلیف دیتا تھا، تو اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس کے ساتھ صبر اور درگزر کا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا۔[1] جبکہ ایک قول کے مطابق یہ آیتِ مبارکہ ابو سفیان کے متعلق نازل ہوئی کہ ان کی شدید دشمنی کے باوجود حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لینے کا شرف عطا فرمایا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار وہ اسلام کے مددگار اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جاں نثار صحابی بن گئے۔[2] اور وَلِیٌّ حَمِیْمٌ کہلانے کے حق دار ہوئے۔ پچھلی دشمنیاں اور مخالفتیں سب فراموش ہو گئیں۔ اس پر قرآنِ کریم نے فرمایا: بُرائیوں کو نیکی سے بدلنے کی خصلت اسی کے حوالے کی جاتی ہے جو خزانۂ رحمت سے زبردست حصہ حاصل کرکے اور مخالفت پر صبر کرتا ہوا اظہارِ محبت کرکے دشمن کو دوست بنائے جیسا کہ حضور کا طرزِ تبلیغ تھا۔[3]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد غصے کے وقت صبر کرنا اور بُرائی کے وقت معاف کر دینا ہے۔ جب لوگ ایسا کریں گے تو اللہ پاک ان کی حفاظت فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کو جھکا دے گا۔[4] جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جسے اس کا بھائی گالی دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ پاک تجھے بخش دے اور اگر سچا ہے تو اللہ پاک میری مغفرت فرمائے۔[5] تفسیرِ حسنات میں ہے: تو جب تمہارے اور بدعمل کے درمیان دشمنی ہو جائے تو اچھے طرزِ تبلیغ سے اور حُسنِ تعلیم کے ذریعے اسے اپنی طرف بلاؤ اور اس کو ایسا بنالو كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (پ24، حٰمٓ السجدۃ:34) گویا کہ وہ تمہارا دل سوز، گرم جوش دوست ہے اور یہ طریقۂ تبلیغ ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا مگر اسی کو جسے اللہ پاک عطا فرمائے، چنانچہ ارشاد ہے: وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ (پ24، حٰمٓ السجدۃ:35) (ترجمہ: اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔)[6]

معلوم ہوا! دینِ اسلام میں مسلمانوں کو اخلاقیات کی انتہائی اعلیٰ، جامع اور بہترین تعلیم دی گئی ہے کہ بُرائی کو بھلائی سے ٹال دو جیسے کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرو، کوئی جہالت اور بیوقوفی کا برتاؤ کرے تو اس پر حلم و بُردباری کا مظاہرہ کرو اور اپنے ساتھ بدسلوکی ہونے پر عفو و درگزر سے کام لو۔[7] کیونکہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو، جو تم سے رشتہ داری توڑے اس کے ساتھ رشتہ داری جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔[8] ایک روایت میں ہے: اگر کوئی تمہیں گالی دے اور تمہیں اس عیب پر عار دلائے جو وہ تمہارے متعلق جانتا ہے تو تم اس میں موجود اس عیب پر عار نہ دلاؤ جس کے متعلق تم جانتے ہو۔[9]

الغرض ہمیں ہمیشہ نرمی اور حُسنِ اخلاق سے ہی پیش آنا چاہیے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیشہ بُرائی کا جواب اچھائی سے دیا، مثلاً سو اونٹوں کے لالچ میں آپ کو شہید کرنے کے لئے آنے والے سُراقہ بن مالک کو امان لکھ کر دی۔ آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے زہر میں بجھی تلوار لے کر آنے والے عمیر بن وہب کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا کہ وہ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ فتحِ مکہ کے بعد ان کی سفارش پر صفوان بن اُمَیَّہ کو بھی معاف کر دیا۔ منافقوں کے سردار عبدُ اللہ بن اُبی سَلول کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شخص وحشی کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہند بنتِ عتبہ کو معاف کر دیا۔ اگر تمام مسلمان اس آیتِ مبارکہ میں دیئے گئے حکم پر عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن و سکون کا دَور دورہ ہو جائے۔[10]

یاد رکھئے! ضروری نہیں کہ ہم کسی سے مسکرا کر ملیں تو وہ بھی مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کرے، بلکہ ممکن ہے کہ ہماری مسکراہٹ کو طنز سمجھ کر غصے میں ہی آجائے اور ہمیں خوش مزاجی کے جواب میں یوں سننا پڑے کہ آپ کیوں ہنستی ہیں؟ چنانچہ ایسے موقع پر اگر آپ اللہ پاک کا مذکورہ فرمان پیشِ نظر رکھیں گی تو یقیناً فائدے میں رہیں گی۔[11]

یہ اصول یاد رکھیے کہ گندگی کو گندگی سے نہیں پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آپ کے ساتھ بُرا سلوک کرے تب بھی محبت بھرا سلوک کیجیے ان شاء اللہ اس کے مثبت نتائج دیکھ کر آپ کا کلیجہ ضرور ٹھنڈا ہو جائے گا۔[12]

خاموشی کی برکت ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی، مگر وہ خاموش رہے، اس نے پھر کچھ کہا مگر آپ خاموش رہے، لیکن جب اس نے تیسری بار تکلیف دی اور آپ نے اسے جواب دیا تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تشریف لے جانے کی وجہ پوچھی تو حضور نے ارشاد فرمایا: ایک فرشتہ آسمان سے اتر کر اس کی تمہارے متعلق کی گئی باتوں کو جھٹلا رہا تھا، لیکن جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو شیطان آگیا، لہٰذا میں ایسی جگہ نہیں بیٹھ سکتا جہاں پر شیطان موجود ہو۔[13]

بُرائی کو بھلائی سے ٹالنے کا انعام حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بوستانِ سعدی میں نقل کرتے ہیں: ایک نیک سیرت شخص اپنے ذاتی دشمنوں کا ذِکر بھی بُرائی سے نہ کرتا تھا، جب بھی کسی کی بات چِھڑتی اُس کی زبان سے نیک کلمہ ہی نکلتا۔ اس کے مرنے کے بعد کسی نے اُسے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ پاک نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو یہ سُن کر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور وہ بڑی ہی میٹھی آواز میں بولا: دنیا میں میری یہی کوشش ہوتی تھی کہ میری زبان سے کسی کے بارے میں کوئی بُری بات نہ نکلے، نکیرین نے بھی مجھ سے کوئی سخت سُوال نہ کیا اور یوں میرا معاملہ بہت اچھا رہا۔[14]

معلوم ہوا! ہمارے بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں گوہرِ نایاب سے دیتے اور بُرائی کو بھلائی سے ٹالتے تھے۔ لہٰذا اگر کوئی ظلم کرے تو بدلے میں اسے معاف کر دیا جائے، اگر وہ جہالت والا برتاؤ کرے تو اس کے ساتھ نرمی والا معاملہ کیا جائے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تو برائے وَصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی[15]

یعنی اے انسان! تو ملانے کے لیے آیا ہے نہ کہ جدائی ڈالنے کے لیے۔

اللہ پاک ہمیں بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر ماوردی، 5/182 2 تفسیر خازن، 4/86 3 تفسیر حسنات، 5/1120 ملخصاً 4 بخاری، 3/318 5 احیاء العلوم، 3/220 6 تفسیر حسنات، 5/1120 7 تفسیر صراط الجنان، 8/641 8 معجم کبیر، 17/270، حدیث: 740 9 ابو داود، 4/79، حدیث: 4084 10 تفسیر صراط الجنان، 6/558 11 پیکرِ شرم وحیا، ص36 ملخصاً 12 جنتی محل کا سودا، ص35 13 ابو داود، 4/358، حدیث: 4896 14 بوستان سعدی، ص149 15 مثنوی مولوی معنوی، 2/173



(قسط7)

جادو سے حفاظت کے نسخے

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

بے شک جادو کا وجود ہے اور جادو کیا اور کروایا بھی جاتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ کوئی بیماری یا پریشانی آجائے تو یہی سمجھا جائے کہ کسی نے جادو کروادیا ہے۔ البتہ! اگر واقعی ایسا ہو کہ کسی پر جادو کروایا گیا ہو تو اس کا توڑ بھی موجود ہے اور جادو سے حفاظت کے طریقے بھی موجود ہیں۔

جادو سے حفاظت کے اہم ذرائع جادو سے حفاظت کے سب سے بڑے اور اہم ذرائع میں سے نیکیاں کرنا، گناہوں سے بچنا، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہِ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ شروع میں ایک لونڈی پر عاشق ہو کر اپنا صبر و قرار کھو بیٹھے۔ کسی نے آپ کو بتایا کہ فلاں علاقے میں ایک یہودی رہتا ہے، وہ بہترین جادو جانتا ہے، وہ یقیناً تم کو تمہاری محبوبہ سے ملادے گا۔ آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے اپنا تمام حال بیان کیا، اس یہودی نے کہا: تمہارا کام ہو جائے گا لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ تم چالیس دن تک کسی بھی قسم کا نیک عمل نہیں کرو گے، پہلے اس پر عمل کرو پھر میرے پاس آنا۔ آپ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور چالیس دن شرط کے مطابق گزارنے کے بعد آپ اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے جادو کرنا شروع کیا، لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کئی مرتبہ کوشش کرنے کے بعد اس نے کہا: ہو نہ ہو، تم نے ان چالیس دنوں میں کوئی نہ کوئی نیکی ضرور کی ہے، ورنہ میرا جادو کبھی ناکام نہ جاتا۔ آپ نے فرمایا: ویسے تو مجھے کوئی قابلِ ذکر چیز یاد نہیں، ہاں! ایک دن راستے میں پڑے ہوئے پتھر کو اس خیال سے ایک طرف کر دیا تھا کہ کوئی مسلمان اس سے ٹکرا کر زخمی نہ ہو جائے۔ یہ سن کر اس جادوگر نے کہا: کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اس رب کی عبادت کو چھوڑ بیٹھے ہیں کہ جس نے آپ کے ایک معمولی سے عمل کو وہ شرفِ قبولیت بخشا کہ میرا جادو مکمل طور پر ناکام ہو گیا! اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی، فوراً توبہ کی اور اللہ پاک کی عبادت میں مشغول ہو کر کچھ ہی عرصے میں درجۂ ولایت پر فائز ہو گئے۔[1]

ذرا سوچئے! جب ایک نیکی جادو کا اثر ختم کر سکتی ہے تو جو مسلمان پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کرے، قرآنِ پاک کی تلاوت کرے، ذِکْرُ اللہ کی کثرت کرے، سنتوں پر عمل کرے اور گناہوں سے دور رہے تو اس پر جادو بھلا کیسے اثر کرے گا! کیونکہ جادو کی تاثیر تو رب کی طرف سے ہے، وہ نہ چاہے تو جادو اثر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یاد رکھئے کہ جو کچھ بھی نفع و نقصان ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ پاک کی طرف سے ہی ہوتا ہے لیکن اسباب کا یہ نظام بنا ہوا ہے۔ ان اسباب میں سے جادو بھی ایک سبب ہے، جس کے ذریعے سے بیمار کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سارے کام لیے جاتے ہیں۔ اللہ پاک چاہے گا تو ہی جادو اثر کرے گا اور اگر اللہ پاک نہ چاہے تو دنیا بھر کے جادوگر مل کر بھی کسی کا بال بیکا نہیں کر سکتے مثلاً اگر وہ جادو کے ذریعے پہاڑ کسی پر اُلٹا دیں تو وہ پہاڑ روئی کا کام کرے گا اور کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتا۔ یوں ہی اگر کسی کو پتھر لگے تو چوٹ لگتی ہے، زخم بن جاتا ہے لیکن اللہ پاک نہ چاہے تو پتھر سے چوٹ نہیں لگے گی۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ جو رب چاہے گا وہی ہو گا۔ اصل کارساز اللہ پاک ہی ہے۔ وہی اَسباب کو پیدا کرنے

والا ہے۔

مُدَّعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو منظورِ خُدا ہوتا ہے[2]

جادو سے حفاظت کے نسخے

قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا جادو سے حفاظت کا ایک بہترین ذریعہ تلاوتِ قرآنِ پاک بھی ہے۔ قرآنِ پاک کی مختلف سورتوں میں بھی جادو سے حفاظت کی تاثیر ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ہمارے پاک رب کا پاک کلام ہے جس کا مقابلہ جنات اور جادوگر ہر گز نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ وہ عظیم سورت ہے جو جادو سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنی تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا اور دو روشن سورتیں (یعنی) سورۂ بقرہ اور سورۂ اٰلِ عمران پڑھا کرو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں۔ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کے پڑھنے میں برکت اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔[3]

سورۂ فاتحہ کے ذریعے جادو سے حفاظت اسی طرح سورۂ فاتحہ بھی جادو سمیت ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ ہے، بلکہ حدیث شریف میں تو اس سورت کو ہر مرض سے شفا قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبدُ الملک بن عُمَیر رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے، نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ فاتحہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔[4]

آیۃ الکرسی کے ذریعے جادو سے حفاظت آیۃ الکرسی بھی جادو اور دیگر بلاؤں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا: جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی۔ جو کوئی رات کو سوتے وقت اسے پڑھے تو اللہ پاک اس کے گھر، اس کے پڑوسی کے گھر اور اس کے آس پاس کے گھروں کو محفوظ فرمادے گا۔[5]

سورۂ فلق اور سورۂ ناس سے جادو کا علاج سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں جادو سمیت کئی آفتوں سے حفاظت اور اس کا توڑ موجود ہے۔ نیز جس پر جادو کیا گیا ہو اس کو دور کرنے کے لیے بھی مؤثر ہیں۔ کیونکہ پیارے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم پر بھی جب جادو کیا گیا تو اس جادو کے توڑ کے لیے یہی دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جس دھاگے کے ذریعے جادو کیا گیا تھا اس پر 11 گرہیں لگائی گئی تھیں اور ان دونوں سورتوں کی آیات بھی (ملا کر) گیارہ ہیں۔ ہر ایک آیت پڑھنے سے ایک گرہ کھلتی جاتی، یہاں تک کہ تمام گرہیں کھل گئیں اور آپ مکمل شفایاب ہو گئے۔[6] نیز حضرت عبدُ اللہ بن حبیب رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد اور مُعَوَّذَتَیْن (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) روزانہ تین تین مرتبہ صبح و شام پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے ہر چیز سے کفایت کریں گی۔[7] اسی طرح حضرت عقبہ ابنِ عامر رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: میں رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ جُحْفَة اور اَبْواء کے درمیان سفر کر رہا تھا کہ اچانک ہمیں آندھی اور سخت اندھیرے نے گھیر لیا تو حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس کے ذریعے پناہ مانگی اور فرمانے لگے: اے عقبہ! ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ مانگا کرو کہ کسی نے ان دونوں کے ساتھ پناہ مانگنے والے کی طرح پناہ نہیں مانگی۔[8] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہِ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے لئے ہی نہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں۔ اگر ان کا تعویذ لکھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی اَمان ملتی ہے۔ قرآنی آیات سے تعویذ جائز ہے۔[9]

عجوہ کھجور سے جادو کی حفاظت حدیثِ مبارک میں ہے: جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہنچے گا۔[10]

بیری کے پتوں سے جادو کا علاج حضرت وہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ہے: جس پر کسی نے جادو کروایا ہو وہ بیری یعنی بیر کے درخت کے 7 سبز پتے لے کر انہیں دو پتھروں کے درمیان مثلاً پتھر کی سِل پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کُوٹ لے، پھر انہیں پانی میں ملا کر آیۃُ الکرسی اور چار قُل پڑھ کر دم کرے، پھر اس پانی سے 3 گھونٹ پی کر بقیہ سے غسل کرے تو ان شاء اللہ اس سے بیماری دور ہو جائے گی۔ یہ عمل اُس شخص کے لئے بھی انتہائی مفید ہے جسے جادو کے ذریعے بیوی سے روک دیا گیا ہو۔[11]
(یہ پانی نالی میں بہانے کے بجائے کسی جگہ جمع کر لیا جائے۔)

سال بھر جادو سے حفاظت حکیمُ الاُمَّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر اس رات (شبِ براءت) کو سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے کر (جب پانی نہانے کے قابل ہو جائے تو) غسل کرے تو ان شاء اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔[12]

جادو سے حفاظت کے روحانی علاج جادو سے نجات کے لئے دو روحانی علاج پیشِ خدمت ہیں:

(1) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ 101 بار پڑھ کر جس پر جادو کیا گیا ہو اس پر دم کر دیا جائے یا یہی لکھ کر دھو کر پلا دیا جائے تو ان شاء اللہ جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔

(2) مریض کے سر سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک آسمانی رنگ کے گیارہ سوتی دھاگے ناپ لیجئے، ان گیارہ دھاگوں کو دو مرتبہ تہ کر لیجئے، اب دھاگے کے سِرے پر ایک ڈھیلی گرہ لگائیے، پھر ایک بار سورۃُ الفلق پڑھ کر اس گرہ میں پھونک ماریئے اور فوراً کَس دیجئے، اسی طریقے پر گیارہ گرہیں لگانے کے بعد دھاگے کو دہکتے کوئلوں میں ڈال دیجئے۔ (گیس کے چولہے پر توا وغیرہ رکھ کر اُس پر بھی جلا سکتے ہیں) اگر جادو ہوا تو بدبو آئے گی، جب تک بدبو آتی رہے روزانہ ایک بار یہ عمل کیجئے، ان شاء اللہ جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔[13]

(3) سوتے وقت دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سر سے لے کر جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لیجیے، پھر سیدھے اُلٹے ہاتھ پر اور پیٹھ پر جہاں تک ہاتھ پہنچ جائے، پھیر لیجیے۔ پھر دوسری اور تیسری بار بھی پڑھ کر اسی طرح کیجیے۔ یاد رکھیے! شروع میں تعوُّذ و تسمیہ (اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم اور بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم) دونوں پڑھنی ہیں اور ہر سورت کے بعد (اگلی سورت سے پہلے) صرف تسمیہ (بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم)، ان شاء اللہ اس کی برکت سے جادو کے اثرات، جنات کی شرارت، دشمن کے حملوں، حادثات اور دیگر آفتوں، بلاؤں سے حفاظت ہو گی۔ نیز کسی کو نیند نہ آئے یا رات کو ڈر کر جاگ جاتا ہو، ایسا لگتا ہو کہ کوئی گلہ دبا رہا ہے یا بدن پہ کوئی بوجھ پڑ گیا ہے، ان کے لیے بھی یہ عمل مفید ثابت ہو گا۔[14]

(4) جادو سے حفاظت کا ایک روحانی علاج یہ بھی ہے کہ یَا مُحْیِی، یَا مُمِیْتُ سات بار روزانہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کیجیے ان شاء اللہ جادو اثر نہیں کرے گا۔[15]

(5) جو رات کو ہمیشہ شش قفل پڑھتا رہے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر خوف و خطر، جادو اور ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ اگر شش قفل کو آسیب زدہ یا سحر و جادو کے مریض کے کان میں پڑھ کر پھونک ماردی جائے تو آسیب بھاگ جائے گا اور جادو اتر جائے گا۔[16]

---

1 تذکرۃ الاولیاء، 1/286 2 اجتماع کے فوائد، ص9 3 مسلم، ص314، حدیث: 1874 4 دارمی، 2/538، حدیث: 3370 5 شعب الایمان، 2/458، حدیث: 2395 6 تفسیر خازن، 4/428 7 تفسیر در منثور، 8/681 8 ابوداود، 2/104، حدیث: 1463 9 مراٰۃ المناجیح، 3/252 10 بخاری، 3/540، حدیث: 5445 11 جامع معمر بن راشد مع مصنف عبد الرزاق، 10/77، رقم: 19933 12 اسلامی زندگی، ص135 13 بیمار عابد، ص28 14 جادو سے حفاظت کا نسخہ، ص2 15 مدنی پنج سورہ، ص254 16 جنتی زیور، ص582



فیضانِ سیرتِ نبوی

حضور کی قرآن سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 28ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کیا جارہا ہے)

بنتِ واجد

(درجہ: خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز ضلع خانیوال)

آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قرآن سے محبت بے مثال تھی بلکہ آپ کی پوری زندگی قرآنِ پاک کی تعلیمات کی عملی تصویر تھی۔ یہاں کچھ اہم پہلو بیان کیے جارہے ہیں جو آپ کی قرآنِ پاک سے محبت کو ظاہر کرتے ہیں:

1 عملی نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پوری زندگی قرآنِ پاک کی تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ تھی۔ آپ نے قرآن کے احکامات کو اپنی زندگی پر نافذ کیا اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآنِ پاک نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: جی پڑھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے نبی کا خُلق قرآنِ پاک ہے۔[1]

2 تلاوت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم باقاعدگی سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے تھے، خاص طور پر رات کی عبادات میں۔ آپ خود بھی قرآنِ کریم پڑھتے اور دوسروں سے بھی قرآنِ پاک سننے کا شوق رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جبرئیلِ امین علیہ السلام رمضان شریف کی ہر رات میں ملاقات کے لئے حاضر ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ قرآنِ عظیم کا دَور فرماتے۔[2]

3 تعلیم و تدریس آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآنِ پاک کی تعلیم دی اور اس کی تعلیمات کو پھیلایا۔ آپ نے لوگوں کو قرآنِ پاک کے معانی و مفاہیم سکھائے اور اس کی حکمتیں بیان کیں۔

4 حُبُّ الوَحی آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم وحی کا انتظار کرتے تھے، جب وحی آتی تو آپ خوشی اور سکون محسوس کرتے۔ آپ کے دل میں قرآنِ پاک کے الفاظ کی قدر بہت زیادہ تھی۔

5 دعا اور ذکر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعاؤں اور اذکار میں قرآنِ پاک کے الفاظ شامل ہوتے تھے۔ آپ کی دعاؤں میں قرآنِ کریم کی آیات کا ذکر اور استعمال ہوتا تھا۔

یہ تمام پہلو آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قرآنِ پاک سے بے پناہ محبت و عقیدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں قرآنِ کریم کی تعلیمات کی جھلک نمایاں تھی۔ آپ نے اپنی اُمّت کو بھی قرآنِ کریم کے قریب رہنے کی تلقین کی۔

بنتِ محمد عاشق ڈار

(طالبہ: جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ عطار، سوکلاں گجرات)

اللہ پاک کی کتابوں پر ایمان لانا اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ جو کتابیں اللہ پاک نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس وحی کے ذریعے بھیجیں، بے شک وشبہ وہ سب حق اور سچ ہیں اور اللہ پاک کی طرف سے ہیں۔ قرآنِ پاک اللہ پاک کی وہ آخری کتاب ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہوئی۔ قرآنِ پاک ہمارے لیے ہدایت اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ قرآنِ حکیم ہمارے لیے ایک فیصلہ کن کلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ (پ30، الطارق:13) ترجمہ: بیشک قرآن ضرور فیصلہ کر دینے والا

کلام ہے۔

آخرت میں بھی کامیابی کا دار و مدار قرآنِ حکیم کے احکام پر عمل کرنے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مکمل پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جیسا کہ حضور کا فرمان ہے: قرآنِ پاک تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔[3] اس کے علاوہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سب سے اہم پیغمبرانہ وظیفہ وحی کے ذریعے قرآنِ پاک کو اللہ پاک سے لینا، اس کی حکمت کو سمجھنا، اس کو سیکھنا، دوسروں تک پہنچانا اور سکھانا تھا۔ لہٰذا جو مسلمان قیامت تک قرآنِ پاک پڑھنے، سیکھنے اور سکھانے کا مشن اپنائے گا وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دین کا علمبردار اور خادم ہو گا اور اس کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے خاص نسبت حاصل ہو گی۔ حدیثِ مبارک میں ہے: تم میں بہترین وہ ہے جو قرآنِ کریم سیکھے اور اسے سکھائے۔[4]

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا قرآنِ پاک سے محبت کا عالم یہ تھا کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا بدنِ مبارک بھاری ہو گیا تو آپ کی (تہجد کی) نماز اکثر بیٹھ کر ہوتی تھی۔[5] چنانچہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ بڑی عمر کے ہو گئے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے، مگر جب سورت کی 30 یا 40 آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیتے اور کھڑے ہو کر ہی رکوع کرتے۔[6]

ذرا سوچئے کہ ہم تو سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص یا سورۂ کوثر پڑھنے پر ہی اکتفا کر لیتی ہیں، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بڑی عمر میں اتنی آیات پڑھا کرتے تھے۔ اللہ پاک حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں بھی قرآنِ پاک سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قرآنِ پاک سے محبت ایسی تھی کہ آپ قرآنِ پاک پڑھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔ آپ کے ذوق کا عالم یہ تھا کہ پڑھنے اور سننے کا انداز لطف والا ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے، اس وقت آپ پر سورۂ مُرْسَلات نازل ہوئی، ہم نے حضور کے مبارک منہ سے (سن کر) اس سورت کو یاد کیا اور حضور کا مبارک منہ اس سورت کی تلاوت سے تر تھا کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا، حضور نے ارشاد فرمایا: اس سانپ کو مار دو۔ ہم اس کو مارنے کے لئے لپکے تو وہ بھاگ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچایا گیا جس طرح تمہیں اس کے شر سے بچایا گیا۔[7]

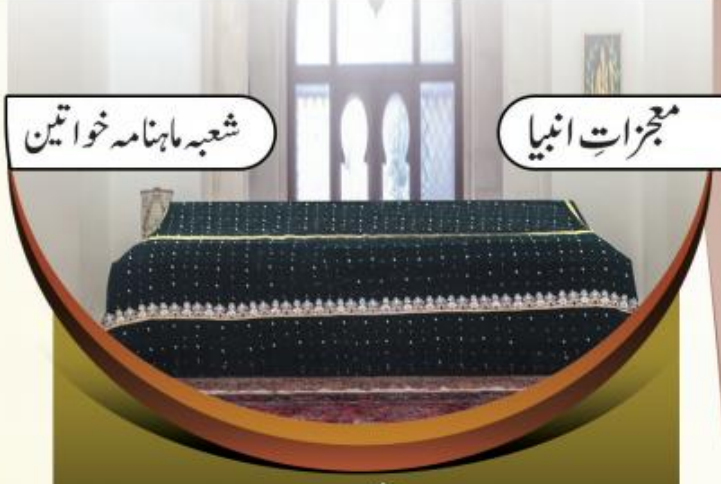
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابہ کرام جب آپس میں ملتے تو قرآنِ کریم سننے کا بڑا اہتمام کرتے تھے یعنی جب ملاقات فرماتے تو کہتے: کچھ قرآن سناؤ۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں آپ کے سامنے قرآنِ کریم کیسے پڑھوں؟ حالانکہ آپ پر تو قرآنِ کریم نازل ہوا ہے! تو حضور نے فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآنِ پاک سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سورۂ نسآء کی تلاوت شروع کی، جب اس آیتِ کریمہ پر پہنچے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (پ5، النسآء:41) ترجمہ: تو کیسا حال ہو گا جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: حَسْبُكَ الْآنَ یعنی بس کافی ہے۔ حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔[8]

اللہ پاک ہمیں بھی ایسا ذوق و شوق عطا فرمائے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسلم، ص293، حدیث:1739 2 بخاری، 1/9، حدیث:6 3 مسلم، ص115، حدیث:534 4 بخاری، 3/410، حدیث:5027 5 مسلم، ص289، حدیث: 1711 6 مسلم، ص288، حدیث:1704 7 بخاری، 3/370، حدیث:4931 8 بخاری، 3/416، حدیث:5050



حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزات وعجائبات

اللہ پاک کے پیارے نبی حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی اولاد میں سے ہیں۔ مدین نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی جناب ریتا سے نکاح کیا یوں آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ نیز آپ جنابِ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر بھی ہیں۔[1] یعنی آپ کو مذکورہ تینوں انبیائے کرام علیہم السلام سے گہری قرابت حاصل ہے۔ قرآنِ کریم کی پانچ سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آپ اور آپ کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام اچھا کلام کرنے اور اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرنے میں کمالِ فصاحت کی وجہ سے **خطیبُ الانبیا** کے لقب سے جانے جاتے ہیں اور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم بھی آپ کو خطیب الانبیا کے لقب سے ہی یاد فرماتے تھے۔[2] نیز آپ کا شمار ان چار انبیائے کرام میں ہوتا ہے جو عربی تھے۔[3]

دیدارِ الٰہی کے شوق میں رونا آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ بہت کثرت سے گریہ وزاری فرماتے تھے یہاں تک کہ روتے روتے آپ کی بینائی چلی گئی، پھر اللہ پاک نے بینائی واپس لوٹا دی اور فرمایا: اے شعیب! تمہارا یہ رونا جنت کے شوق میں ہے یا پھر جہنم کے خوف سے؟ عرض کی: مولا! تُو تو جانتا ہی ہے کہ میرا رونا نہ شوقِ جنت میں ہے نہ خوفِ دوزخ سے، بلکہ میں تو دل سے تیری محبت کا طلبگار ہوں، اگر یہ مجھے نصیب ہو جائے تو کسی چیز کی پروا نہیں۔ اللہ پاک نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! اگر ایسا ہی ہے تو تجھے میری ملاقات کی خوش خبری ہو۔ اے شعیب! اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تیرا خادم بنا دیا ہے۔[4]

حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق اہلِ مدین سے تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا: ایک اہلِ مدین اور دوسرے اصحابُ الایکہ۔ ایک قول کے مطابق اللہ پاک نے حضرت شعیب علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی کو دو بار نہیں بھیجا فرمایا۔[5] اہلِ مدین اور اصحابِ ایکہ دونوں قومیں چونکہ بین الاقوامی شاہراہ کے قریب اور تجارت پیشہ تھیں لہٰذا ان کے جرائم بھی تقریباً ایک ہی طرح کے تھے، ان کے جرائم کی لمبی فہرست میں سے دو بڑے اور بنیادی گناہ جو ان کی ہلاکت کا سبب بنے ایک تو یہ کہ اگرچہ ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا تھا مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسری مشرک اقوام سے میل جول کے سبب وہ شرک وبت پرستی میں مبتلا ہو گئے اور دوسرا یہ کہ وہ تاجر اور معاشی طور پر خوشحال تھے مگر لین دین میں دھوکے بازی سے باز نہ آتے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے، کسی سے چیز خریدتے تو بڑھا کر لیتے اور بیچتے تو کم دیتے، اسی لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان دونوں قوموں کو جو نصیحت فرمائی اس میں یہی عنوان غالب نظر آتا ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو شرک وبت پرستی اور ناپ تول میں کمی پر بہت شفقت ومہربانی اور مضبوط دلائل کے ساتھ سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، پھر سمجھایا، مزید سمجھایا، مسلسل سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ بہترین کلام اور قوم کے بار بار سوالات کے صبر وتحمل کے ساتھ جوابات دینے کی وجہ سے **خطیبُ الانبیا** کے لقب سے سرفراز ہوئے، کئی بار سمجھانے کے باوجود چند خوش نصیب آپ پر ایمان لائے اور اکثر بہانوں اور بحث وتکرار میں پڑے رہے۔

بعض علما فرماتے ہیں: بعض انبیا علیہم السلام کو جنگ کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ، داود، سلیمان اور حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض وہ تھے جنہیں جنگ کی اجازت نہ تھی، حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہی میں سے ہیں، آپ تمام دن لوگوں کو وعظ فرماتے اور تمام رات نماز میں مشغول رہتے۔ قوم کہتی: نماز سے آپ کو کیا فائدہ ملتا ہے؟ فرماتے: نماز بھلائی کی طرف لے جاتی اور برائیوں سے روکتی ہے، تو وہ مذاق اڑاتے۔[6] چنانچہ آپ کی قوم جو کچھ کہا کرتی تھی،

اللہ پاک نے اس کا ذکر کچھ یوں فرمایا ہے: قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (پ12، ھود: 87) ترجمہ: (قوم نے) کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ یعنی ان کی قوم جب اس بات پر بضد رہی کہ مال ہمارا ہے، کم دیں یا زیادہ ہماری مرضی! آپ ہمیں ہمارے مال میں تصرف کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟ اور بہت سمجھانے کے باوجود بھی وہ اپنے جرائم پر ڈٹی رہی اور آپ کو بہت برا بھلا کہا تو آپ نے انہیں دو ٹوک فرمادیا: اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾ (پ12، ھود:93) ترجمہ: تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ رسوا کر دینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔ آخر کار ان پر ہولناک چیخ اور زلزلے کا عذاب آیا، اس عذاب کی ابتدا چیخ سے ہوئی اس طرح کہ حضرت جبریل نے ہیبت ناک آواز سے کہا: مُوْتُوْا جَمِیْعًا یعنی سب مر جاؤ! اس آواز سے سب کے دل پھٹ گئے اور وہ مرے کے مرے رہ گئے، اسی چیخ سے زلزلہ پیدا ہوا۔[7] البتہ اہلِ مدین میں سے ایک یا ڈیڑھ لاکھ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے تھے، اللہ پاک نے ان تمام مسلمانوں کو اپنی رحمت سے نجات بخشی۔[8]

اہلِ مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کو دوسری مرتبہ اصحابِ اَیکہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا، اَیکہ جنگل اور جھاڑ کو کہتے ہیں، یہ مدین کے قریب ہی سرسبز جنگلوں کے درمیان ایک شہر تھا، یہاں رہنے والوں کا ذکر قرآنِ کریم میں اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ کے نام سے کیا گیا۔ یہ لوگ بھی اہلِ مدین جیسے جرائم میں مبتلا تھے، لہٰذا اللہ پاک کے نبی نے انہیں بھی وہی نصیحت فرمائی جو اہلِ مدین کو فرمائی تھی مگر انہوں نے بھی اہلِ مدین کی طرح آپ کو جھٹلایا بلکہ یہ اس حد تک گزر گئے کہ کہنے لگے: فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ19، الشعراء:187) ترجمہ: تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو اگر تم سچے ہو۔ جب اصحابِ اَیکہ کسی صورت ایمان نہ لائے تو ان پر سائبان کے دن کا عذاب نازل ہوا۔ اس عذاب کی مختلف کیفیات و توجیہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک قول کے مطابق 7 دن رات سخت گرمی ان پر مسلط کر دی گئی یہاں تک کہ چشموں اور کنوؤں کا پانی بھی گرم ہو گیا، گرمی سے دم گھٹنے لگا، جنگلوں میں جا کر درختوں سے چمٹ گئے، اچانک کالا بادل ہوا میں اڑتا ہوا ان کے سروں پر آپہنچا اور بھینی بھینی ہوا چلنے لگی، وہ خوش ہوئے، ایک دوسرے کو بلایا اور سب اس کے نیچے پہنچ چکے تو اچانک بادل سے آگ کا شعلہ نکلا جس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔[9] اصحابِ اَیکہ میں سے کسی ایک کا بھی ایمان لانا منقول نہیں۔[10]

معجزات نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والے کے پاس معجزہ ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس معجزہ نہ ہو تو وہ نبی نہیں بلکہ جھوٹا کہلائے گا۔[11] حضرت شعیب علیہ السلام معجزہ لے کر تو آئے تھے، مگر وہ معجزہ کیا تھا قرآن و احادیث میں اس کی کوئی وضاحت موجود نہیں،[12] اور یہ صرف حضرت شعیب علیہ السلام ہی نہیں بلکہ کئی ایسے پیغمبر ہیں جن کے کسی معجزے کا ذکر نہیں ملتا، خود نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے ہزاروں معجزات کا ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ملتا، البتہ بعض مفسرین نے حضرت شعیب علیہ السلام کے چند معجزات کا ذکر کیا ہے، چنانچہ صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی دی جو اژدھا بن جاتی تھی، بکری دی اور کہا: یہ سیاہ و سفید بچے جنے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ احوال حضرت شعیب علیہ السلام کے لیے معجزات تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت رسالت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔[13] اسی طرح صاحبِ روح البیان نے تفسیر فارسی کے حوالے سے حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ معجزہ نقل کیا ہے کہ آپ پہاڑ کو حکم فرماتے تو وہ نیچے آجاتا اور آپ اس پر چڑھ جاتے۔[14] غالباً اسی سے آپ کا نام شعیب ہوا یعنی پہاڑی راستوں کا بادشاہ۔[15]

---

1 تفسیر نعیمی، 8/578 2 مستدرک، 3/446، حدیث: 4125 3 ابن حبان، 1/288 حدیث: 362 4 تفسیر روح البیان، 4/180 5 سیرت الانبیاء، ص505 6 تفسیر حسنات، 3/219 7 تفسیر حسنات، 3/219- تفسیر نور العرفان، ص 369 8 تفسیر نعیمی، 12/284 9 تفسیر روح البیان، 6/304 10 تفسیر روح البیان، 6/305 11 تفسیر کشاف، 2/127 12 تفسیر روح البیان، 3/200 13 تفسیر کشاف، 2/127- تفسیر بحر محیط، 4/339 14 تفسیر روح البیان، 3/200 15 تفسیر نعیمی، 8/579

شرحِ سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین



137

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: اعداء: دشمن۔ **سقر:** آگ۔ **شیدا:** فدا۔

مفہومِ شعر: اللہ پاک کے دوست یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر دوزخ عاشق ہے اور وہ فوراً انہیں ہڑپ لے گی، آپ پر لاکھوں سلام۔

شرح: اس شعر میں اور اگلے دو اشعار میں مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو حفص" اور لقب "فاروقِ اعظم" ہے۔ آپ دراز قد، بھاری جسامت اور سفید رنگت والے جبکہ داڑھی گھنی اور گھنگریالی تھی۔[1] آپ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، یوں آپ کی تاریخِ ولادت 583 عیسوی ہے۔

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے حضرت عمر کی شان میں کئی فرامین مروی ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا: عمر کی ناراضی سے ڈرو کیونکہ جب عمر ناراض ہو جائے تو اللہ پاک بھی ناراض ہو جاتا ہے۔[2] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔[3] جبکہ ایک روایت میں ہے: جس نے مجھ سے محبت کی اللہ پاک اس سے محبت فرمائے گا اور جس سے اللہ پاک نے محبت کی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس سے اللہ پاک بغض رکھے گا اور جس سے اللہ پاک نے بغض رکھا اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔[4] ان دونوں روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت اللہ و رسول کی محبت اور دخولِ جنت کا سبب ہے جبکہ ان سے دشمنی رکھنا اللہ و رسول کی دشمنی ہے جو کہ جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے اور یہی مذکورہ شعر کا خلاصہ بھی ہے۔

138

فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ
تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: فاروق: فرق کرنے والا۔ **امام الہدیٰ:** ہدایت کے امام۔ **تیغ:** تلوار۔ **مسلول:** برہنہ۔

مفہومِ شعر: حق اور باطل میں فرق کرنے والے ہدایت کے امام برحق جو کفار کے لیے ایک ننگی تلوار کی مثل ہیں یعنی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام۔

شرح: فارقِ حق و باطل: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہو گا وہ جہاں بھی ہو۔[5] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے، اس سے متعلق کئی اقوال مروی ہیں، مثلاً حضرت نزّال بن سَبْرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: امیر المومنین حضرت

عمر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ پاک نے فاروق لقب عطا فرمایا، کیونکہ آپ نے اسلام کا اظہار کیا اور حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔[6]

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور نے فرمایا: کیوں نہیں! ضرور ہم حق پر ہیں، انہوں نے کہا: پھر ہم چھپ کر کیوں رہیں؟ بس پھر تمام مسلمان حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قیادت میں دو صفیں بنا کر سب کے سامنے مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حق کو باطل سے جدا کرنے کے سبب آپ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔[7]

تیغِ مسلولِ شدت: یوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے تمام صحابہ ہی کفر و نفاق کے لیے مثلِ تلوار اور قرآن کریم کے بیان کردہ وصف اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی تفسیر ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر کئی اوصاف کی طرح اس وصف میں بھی منفرد و ممتاز تھے، آپ کی شدت کا وہ واقعہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ دو لوگوں کے درمیان جھگڑا ہوا، مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پہنچا، حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا، دوسرا چونکہ منافق تھا، لہٰذا اس نے وہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانے کی ضد کی، دونوں بارگاہِ فاروقی میں آئے اور ماجرا بیان کیا، یہودی نے کہا: مقدمے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے میرے حق میں کیا ہے، آپ اندر تشریف لے گئے تلوار لا کر حضور کا فیصلہ نہ ماننے والے کی گردن اڑادی اور فرمایا: جو حضور کا فیصلہ نہیں مانتا اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرے گی۔[8]

139

ترجمانِ نبی ہمزبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: ترجمانِ نبی: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سفیر۔ **ہم زبان:** ایک جیسی بولی بولنے والے۔ **عدالت:** جہاں سے انصاف ملتا ہے۔

مفہومِ شعر: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے ترجمان و ہم زبان اور عدل و انصاف کی روح کو شان و شوکت عطا فرمانے والے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بہترین ترجمان تھے اور حضور کی صحبت و نسبت کا آپ کو یہ فیضان عطا ہوا تھا کہ حضور کے ارشادات کو دوسروں سے زیادہ سمجھنے والے اور حضور کے مزاج مبارک کو ایسے جانتے تھے کہ حضور کچھ ارشاد فرماتے تو وہی مفہوم بغیر سنے ہی آپ کی زبان پر جاری ہوتا تھا، قرآنِ کریم کی کئی آیاتِ مبارکہ آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔

یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی صحبت اور تربیت کا گہرا اثر تھا کہ اسلامی احکامات نافذ کرنے اور ان پر عمل کروانے میں آپ کسی قسم کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بازار میں ایک بہت موٹا اونٹ فروخت ہوتے دیکھا تو پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا: آپ کے بیٹے کا ہے، فوراً بیٹے کو بلوایا اور اونٹ کے موٹا تازہ ہونے کا سبب دریافت کیا، انہوں نے عرض کی: یہ اونٹ سرکاری چراگاہ میں چرتا ہے اس لئے اتنا فربہ ہو گیا ہے۔ آپ نے حکم ارشاد فرمایا: اس اونٹ کو بیچ کر اونٹ کی عام رقم اپنے پاس رکھ لو اور باقی رقم سرکاری خزانے میں جمع کروادو۔[9]

جس شخص کو کسی صوبے کا حاکم بناتے تو اس کے تمام مال و اثاثوں کی فہرست لکھوا کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے تھے۔ بعد میں جن افسران کے اثاثے زائد ہوتے (اور وہ ان کی کوئی صحیح وجہ بیان نہ کر پاتے) تو ان اثاثوں کو بیت المال میں جمع کروانے کا حکم فرما دیتے۔[10]

جانِ شانِ عدالت: آپ انصاف پسند تھے، آپ کے عدل و انصاف کی گواہی کے لیے آپ کی سیرتِ مبارکہ کا یہ مشہور

واقعہ ہی کافی ہے کہ جب قیصرِ روم کا سفیر آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تو اس نے دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے بغیر بستر کے اینٹ کو سرہانہ بنائے مٹی پر آرام فرما رہے ہیں، جب وہ قتل کے ارادے سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شیر آپ کے گرد گھوم رہا ہے اور آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہا ہے، اسی دوران غیب سے آواز آئی: اے عمر! تم عدل و انصاف کے پیکر ہو اسی لیے اطمینان و سکون کی نیند سو رہے ہو، یہ منظر دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔[11] آپ 13 ہجری میں خلیفہ بنے اور دس سال چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔

140

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود
دولتِ جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **زاہد:** عبادت گزار۔ **مسجدِ احمدی:** مسجد نبوی۔ **جیشِ عُسرت:** تنگی کا لشکر۔

مفہومِ شعر: مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام جو مالدار ہو کر بھی مسجدِ نبوی کے خادم اور نمازی پرہیز گار بن کر زندگی گزارتے رہے اور جیش عُسرت یعنی غزوۂ تبوک کے موقع پر مجاہدین کی دل کھول کر مدد کی۔

شرح: زاہدِ مسجدِ احمدی: یہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خوبیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپ کا نامِ پاک زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں عثمان ہی رہا۔[12]

اس شعر میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اکثر مسجدِ نبوی میں حاضر رہتے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس ہاتھ سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی وہ (سیدھا ہاتھ) پھر میں نے کبھی بھی اپنی شرم گاہ کو نہ لگایا۔[13] بلکہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شرم و حیا کی شدّت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کسی کمرے میں ہوتے اور اُس کا دروازہ بھی بند ہوتا تب بھی نہانے کے لئے کپڑے نہ اتارتے اور حیا کی وجہ سے کمر سیدھی نہ کرتے تھے۔[14]

دولتِ جیشِ عسرت: آپ کا ایک لقب مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَة بھی ہے، جس کا معنیٰ ہے تنگی والے لشکر کی مالی معاونت کرنے والا۔ جنگِ تبوک کے موقع پر جو اسلامی لشکر تیار ہوا تھا اسے جَيْشُ الْعُسْرَة کہا جاتا ہے کیونکہ غزوۂ تبوک نہایت ہی دشوار مقام اور شدید گرمی کے موسم میں ہوا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن خبّاب سے مروی ہے کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم صحابہ کرام کو جیشِ عُسرت (یعنی غزوۂ تبوک) کی تیاری کیلئے ترغیب ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! پالان اور دیگر متعلقہ سامان سمیت سو 100 اونٹ میرے ذمّے ہیں۔ حضور نے پھر ترغیباً فرمایا تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں تمام سامان سمیت 200 اونٹ حاضر کرنے کی ذمّہ داری لیتا ہوں۔ حضور نے صحابہ کرام سے پھر ترغیباً ارشاد فرمایا تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں 300 اونٹ سامان کے ساتھ اپنے ذمّے قبول کرتا ہوں۔ یہ سن کر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم بہت خوش ہوئے۔[15] اسی لیے آپ کو مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَة یعنی تنگی والے لشکر کی مالی معاونت کرنے والا کہتے ہیں۔

---

1 فیضانِ فاروقِ اعظم، 1/40، 49، 59، 60 2 جمع الجوامع، 1/83، حدیث: 434 3 مجمع الزوائد، 9/69، حدیث: 14439 4 مستدرک، 4/156، حدیث: 4829 5 مسند بزار، 6/98، حدیث: 2154 6 تاریخ ابن عساکر، 44/50 7 تاریخ الخلفاء، ص 90 8 تفسیر در منثور، 2/582 9 تاریخ ابن عساکر، 44/326 ملخصاً 10 فتوح البلدان، ص 307 11 فتوح الشام، 1/85 12 ریاض النضرۃ، 2/5 13 ابن ماجہ، 1/198، حدیث: 311 14 مسند امام احمد، 1/160، حدیث: 543 15 ترمذی، 5/351، حدیث: 3720 ملخصاً



مدنی مذاکرہ

حضور غوثِ پاک کی ولادت کب ہوئی؟

سوال: حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارکہ کب ہوئی؟

جواب: میرے مرشد حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اس وقت آپ کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہِل رہے تھے اور زبان پر "اللہ، اللہ" جاری تھا۔[1] آپ کی ولادت چونکہ رمضان المبارک میں ہوئی اس لیے آپ نے پہلے دن سے ہی روزہ رکھا۔ آپ سحری سے لے کر افطار تک یعنی صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اپنی امی جان رحمۃ اللہ علیہا کا دودھ نہ پیتے تھے۔ چنانچہ غوثُ الثقلین شیخ عبدُ القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: جب میرا بیٹا عبدُ القادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔[2]

غوثِ اعظم مُتَّقی ہر آن میں
چھوڑا ماں کا دُودھ بھی رَمَضان میں

گیارہویں کا ختم دلانا کیسا؟

سوال: گیارہویں شریف کا ختم دلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گیارہویں شریف کا ختم بالکل جائز ہے۔ یہ ایصالِ ثواب کی ہی ایک صورت ہے۔ حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کریں تو اسے گیارہویں شریف، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کریں تو اسے چھٹی شریف اور میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کریں تو اسے پچیسویں شریف کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں شریف، بارہویں شریف یہ سب ایصالِ ثواب ہی کی صورتیں ہیں انہیں منانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ہی ثواب ہے۔[3]

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خوفِ خدا

حضرت شیخ شرفُ الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدُ القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرمِ کعبہ میں دیکھا گیا کہ کنکریوں پر سر رکھے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں: اے اللہ کریم! مجھے بخش دے اور اگر میں سزا کا حق دار ہوں تو بروزِ قیامت مجھے اندھا اٹھانا تاکہ نیکوکار لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔[4]

دعوتِ اسلامی اور بزرگانِ دین کا ذکرِ خیر

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور غوثِ اعظم اور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہما نے بھی تو دین کا کام کیا ہے، لیکن آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہی اتنا نام کیوں لیتے ہیں؟

جواب: بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر عموماً موقع محل کے اعتبار سے کیا جاتا ہے ابھی چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس کے ایام ہیں تو ہم آپ کا ذکر کر رہے ہیں۔ جب گیارہویں شریف کا مہینا شروع ہو گا تو ان شاء اللہ گیارہ راتیں مدنی مذاکرہ ہو گا۔ الحمد للہ ہمارا تو برسوں سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ گیارہویں شریف کا مہینا شروع ہوتے ہی غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جو عظیم الشان مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی ہی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، آپ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے لپٹ کر ہی یہاں تک پہنچے ہیں۔

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

یعنی اے غوثِ اعظم! وہ کون سا کھیت ہے جس پر آپ کے کرم کا بادل نہیں برسا! چاہے وہ اجمیر ہو یا عراق ہر کھیت پر آپ کے کرم کی برسات ہوئی ہے۔ یقیناً اعلیٰ حضرت بھی اسی دربار گوہر بار کے غلام اور فیض یافتہ ہیں۔ الحمد للہ ہم لوگ بارہا صحابہ کرام کا بھی ذکر کرتے ہیں بلکہ یہ نعرہ کہ "ہر صحابیِ نبی جنتی جنتی" بھی ہم نے ہی لگایا ہے۔ نیز جب بارہویں شریف کا مہینا تشریف لائے گا تو ہم اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو یقیناً اللہ پاک کی مخلوق میں سب سے افضل ہستی ہیں ان کا ذکر کریں گے، ان شاء اللہ مرحبا کی ایسی دھومیں مچائیں گے کہ ہماری آوازیں بادلوں سے ٹکرا جائیں گی۔[5]

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

سوال: اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

جواب: "واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا" یعنی اے میرے مرشد! اے میرے غوث پاک! آپ کی بھی کیا شان ہے! کیا مقام ہے! اور کیا مرتبہ ہے! آپ کا مرتبہ بڑا اونچا ہے۔ "اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا" یعنی اے میرے غوثِ پاک! آپ کا سرِ مبارک نہیں بلکہ قدم مبارک اونچے اونچوں سے اعلیٰ ہے۔ یہاں "اونچے اونچوں" سے مراد اولیائے کرام ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان مراد نہیں ہیں۔ اولیائے کرام میں غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اعلیٰ مقام و مرتبہ ہے۔

غوثِ پاک کی کرامت

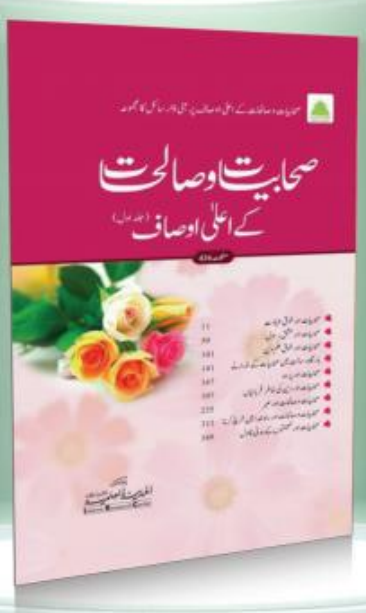
سوال: سنا ہے کہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں ہی والدہ ماجدہ کی چھینک کا جواب دیتے تھے؟

جواب: جی ہاں۔ میرے غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھے تو جب آپ کی امی جان کو چھینک آتی اور وہ الحمد للہ کہتیں تو آپ اپنی امی جان کے پیٹ میں جواباً یَرْحَمُكِ اللہ کہتے۔[6] آج کل تو بڑے بڑوں کو یَرْحَمُكَ اللہ کہنا نہیں آتا ہو گا۔ چھینک کے جواب میں عورت کے لیے یَرْحَمُكِ اللہ اور مرد کے لیے یَرْحَمُكَ اللہ کہیں گے۔ میرے مرشد غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ میں بھی مسائل جانتے تھے کیونکہ آپ پیدائشی ولی تھے۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں چھینک آنے پر کیا کرنا ہے اور چھینک کا جواب سن کر کیا کرنا ہے کچھ بھی پتا نہیں ہوتا اور ہماری غالب اکثریت چھینک پر الحمد للہ نہیں کہتی حالانکہ یہ سنّت ہے بلکہ چھینک آنے پر اللہ پاک کی حمد کرنے یعنی الحمد للہ کہنے کو تفسیر خزائن العرفان میں طحطاوی کے حوالے سے سنّتِ مُؤَکَّدہ لکھا ہے۔[7] تجربہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہنے کی عادت پکی ہو جاتی ہے اگر انہیں بار بار بولو تب بھی وہ الحمد للہ نہیں کہتے۔ چھینک کا جواب دینا اتنی آواز سے کہ چھینکنے والا سن لے واجب ہے، اگر کوئی نہیں دے گا تو گناہ گار ہو گا۔[8] مگر لوگ جواب نہیں دیتے اور نہ ہی انہیں اس کے بارے میں پتا ہوتا ہے۔ میرے مرشد غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کو ماں کے پیٹ میں بھی چھینک کے جواب کا پتا تھا حالانکہ آپ پر یہ واجب بھی نہیں تھا کہ نابالغ پر واجب نہیں ہوتا، نابالغ ہی کیا غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ تو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے، یہ غوث پاک کی کرامت تھی اور اللہ پاک کی طرف سے یہ بتانا تھا کہ آنے والا کوئی عام شخص نہیں بلکہ ولیوں کا سردار ہے۔ بہر حال جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا چاہیے اور جو مسلمان الحمد للہ سنے تو اس پر یَرْحَمُكَ اللہ کہنا واجب ہو جائے گا۔[9]

---

1 الحقائق فی الحدائق، 1/139 2 ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/426 3 ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/241 4 ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/45 5 ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/314 6 الحقائق فی الحدائق، 1/139 7 تفسیر خزائن العرفان، ص3 8 ردالمحتار، 9/683 9 ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 1/423 تا 425



بیٹیوں کو صالحات کی سیرت پڑھائیں

اُمِّ میلاد عطّاریہ*

تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ و جاوید وہی قومیں کہلاتی ہیں جن کا تعلق اپنے اسلاف سے مضبوط ہوتا ہے، ایسی قومیں ہر معاملے میں اپنے اسلاف سے راہنمائی لیتی نظر آتی ہیں۔ پیاری اسلامی بہنو! بحیثیت مسلم قوم ہمیں چاہئے کہ اپنے بزرگوں بالخصوص بزرگ خواتین (صحابیات و صالحات) کے دامن سے وابستہ رہیں اور ان کی سیرت سے راہنمائی حاصل کرتی رہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ہماری بزرگ خواتین نے اخلاص و لِلّٰہیت، تقویٰ و طہارت، اسلام کی خاطر سرفروشی اور رضائے الٰہی پر رضامندی وغیرہ کے واقعات پر مبنی ایسے انوکھے، حیرت انگیز اور قابلِ فخر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو تاریخ کے صفحات کی زینت بھی ہیں اور راہِ عمل میں مسلمان خواتین کے لئے دعوتِ عمل بھی۔ اگر ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں گی تو ہماری ذات قابلِ ملامت نہیں بلکہ باعثِ فخر ہو گی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو صحابیات و صالحات رضی اللہ عنہن کی سیرت پڑھائیں، رات سوتے وقت شہزادیوں اور پریوں کی من گھڑت کہانیاں سنانے کے بجائے اسلام کی حقیقی شہزادیوں کے واقعات سنائیں، ان کا تعارف کروائیں، انہیں سکھائیں کہ دین کے احکام پر عمل کیسے کرنا ہے؟ عبادت کیسے کرنی ہے؟ رشتوں کو کیسے نبھانا ہے؟ مصیبت پر صبر کیسے کرنا ہے؟ ضرورت پڑنے پر اپنی، اپنے گھر والوں کی حفاظت و کفالت کیسے کرنی ہے؟ دین، دنیا کو کیسے ایک ساتھ لے کر چلنا ہے؟ اس کے لئے ہمیں تیاری کرنی پڑے گی، اپنی بیٹیوں کے دلوں میں صحابیات و صالحات کی سیرت راسخ کرنی ہے انہیں آئیڈیل بنانا ہے، تاکہ زندگی کے جس موڑ پر بھی بیٹی گھبرائے، ڈگمگائے تو سیرتِ صالحات سے مدد حاصل کرے۔ یاد رکھئے! مٹی کا کھلونا اسی وقت اچھا اور خوبصورت بن سکتا ہے جب مٹی کچی ہو اور بنانے والا اس کام میں ماہر ہو مٹی سوکھنے اور پکی ہو جانے کے بعد اس کھلونے میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی اور اگر کوشش کی جائے گی تو کھلونا ٹوٹ جاتا ہے، بچپن بھی ایسا ہی نرم دور ہے کہ اس میں اولاد کی جیسی تربیت کی جائے اور جیسی عادتیں ڈالی جائیں تو اولاد بڑے ہو کر ویسی ہی نکلتی ہے لہٰذا تربیت کا صحیح وقت بچپن ہی ہے ابھی سے بچیوں کو یہ بتائیں کہ حضرتِ فاطمہ

رضی اللہ عنہا مسجدِ بیت (گھریلو مسجد) کے محراب میں ساری ساری رات نَماز پڑھتی رہتیں یہاں تک کہ صُبْح طُلُوع ہو جاتی۔ (1) حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا روزانہ بِلاناغہ نَمازِ تہجد پڑھا کرتی تھیں (2) بسا اوقات اس کثرت سے (لگاتار) روزے رکھنے لگتیں کہ کمزور ہو جاتیں۔ (3) حضرت حولا بِنتِ تُوَیت رضی اللہ عنہا ساری ساری رات نَماز پڑھنے میں گزار دیتی تھیں۔ (4) حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہُ عنہا کے متعلق ہے کہ فرائض کے عِلاوہ بھی کثرت سے (نفل) نَماز کا اہتمام فرمایا کرتیں۔ بعض صحابیات کا یہ معمول رہا کہ جب انہیں کوئی خوشی کی بات پہنچتی شکرانے کے طور پر عبادتِ الٰہی بجالاتیں، جیسا کہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہُ عنہا نے اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے نکاح کی خوشی میں صَدَقہ و خیرات کے ساتھ ساتھ کثیر روزوں کا اہتمام بھی فرمایا۔ (5)

بچیوں کو یہ بھی سکھائیں کہ صحابیات و صالحات کا صبر بھی بڑے کمال کا تھا حضرت حَمْنہ رضی اللہُ عنہا نے ایک ہی وقت میں اپنے خالو، بھائی اور شوہر (حضرت مُصْعَب بن عُمیر) کی شہادت کی خبر سن کر صبر کر لیا تھا، اُمِّ شریک رضی اللہُ عنہا کو اہلِ مکہ باندھ کر دھوپ میں ڈال دیتے اور کھانے پینے کو بھی کچھ نہ دیتے، تین دن تک اس تکلیف پر وہ صبر کرتی رہیں، حضرت اسماء بنتِ ابو بکر کو ابو جہل نے رازِ مصطفےٰ نہ بتانے پر زوردار طمانچہ مارا جس سے ان کے کان کی بالی دور جا گری، مگر انہوں نے راز نہ بتایا۔ حضرت سمیہ رضی اللہُ عنہا وہ پہلی شیر دل خاتون ہیں جنہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا واضح اعلان کیا اور بہت سختیاں جھیلیں، حضرت سمیہ کو لوہے کی زِرہ پہنا کر سخت دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا تھا یہاں تک کے ابو جہل نے ان کو شہید کر دیا۔

اسلامی بہنو! تبلیغِ دینِ اسلام یعنی نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے صحابیات کا کِردار اگر دیکھا جائے تو اس میدان میں بھی صحابیات پیچھے نہ رہیں، بلکہ کئی جلیلُ القدر صحابہ انہی صحابیات کی اِنفرادی کوشش کے نتیجے میں اسلام لائے۔ مثلاً امیرُ المومنین حضرت عُمَر فاروق رضی اللہُ عنہ اپنی بہن کی اِنفرادی کوشش کے نتیجے میں اِیمان لائے، اسی طرح حضرت ابو طلحہ رضی اللہُ عنہ نے حضرت اُمِّ سُلَیم رضی اللہُ عنہا کی نیکی کی دعوت سے متأثر ہو کر دامَنِ مصطفےٰ کو تھاما۔ اسی طرح علم کے میدان میں بھی صحابیات پیچھے نہ ہٹیں، اپنی گھریلو مصروفیات کو آڑ نہ بنایا بلکہ صحابیات رضی اللہُ عنہنَّ کے دِلوں میں یہ خواہش شدید اَنگڑائیاں لینے لگی کہ ان کے لیے بھی ایسی مَحافِل منعقد ہونی چاہئیں جن میں صِرف اور صِرف اِنہی کی تعلیم و تَربِیَت کا اہتمام ہو۔ ایک صحابیہ رضی اللہُ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں حاضِر ہو کر باقاعدہ عرض کی کہ ان کے لئے بھی کچھ وقت خاص ہونا چاہئے جس میں وہ دین کی باتیں سیکھ سکیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں مخصوص جگہ پر مخصوص دن جَمْع ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (6) یہ اسلام کی بہترین خواتین کے چند اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ اپنی بیٹیوں کو صحابیات و صالحات کی سیرت تفصیل سے پڑھانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے شعبے المدینۃ العلمیہ کی جانب سے بہترین کتاب بنام "صحابیات و صالحات کے اعلیٰ اوصاف" شائع کی گئی ہے اس کتاب کو ہم خود بھی پڑھیں اور اپنی بیٹیوں کو بھی پڑھائیں اس کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے آپ خود دیکھیں گی۔ اَلحمدُ للہ رب العالمین دعوتِ اسلامی کے اسلامی بہنوں کے اجتماعات میں شرکت کر کے بھی اپنی تربیت کا سامان کیا جاسکتا ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ الکریم

---

(1) مدارج النبوت، 2/461 (2) دیکھئے: سیرتِ مصطفیٰ، ص660 (3) حلیۃ الاولیاء، 2/57، رقم: 1469 (4) مسلم، ص284، حدیث: 785 (5) دیکھئے: سیرتِ مصطفیٰ، ص670 (6) بخاری، ص1769، حدیث: 7310 مفہوماً۔



اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری*

انشورنس کی رقم کی وراثت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ میرے والد صاحب نے لائف انشورنس کروائی ہوئی تھی اور اسے میرے نام کلیم کروایا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل والد صاحب کا قضائے الٰہی سے انتقال ہو چکا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کی انشورنس کی رقم کی حقدار صرف میں ہوں یا تمام ورثاء حقدار ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اولاً یہ یاد رکھئے کہ لائف انشورنس کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس میں پالیسی ہولڈر کی طرف سے جمع کروائی گئی رقم کی شرعی حیثیت قرض کی ہے جس پر اسے نفع ملنا مشروط ہوتا ہے حالانکہ قرض پر مشروط نفع سود ہے اور سود حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآن و حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اگر کوئی انشورنس کروالے تو اس پر لازم ہے کہ اس معاملے کو فوراً ختم کرے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے۔ نیز لائف انشورنس کی مد میں جتنی رقم جمع کروائی ہو صرف اتنی رقم واپس لی جاسکتی ہے جبکہ اضافے والی سودی رقم لینا حلال نہیں۔

اور اگر پالیسی ہولڈر کا انتقال ہو جائے تو نامزد کردہ فرد کمپنی میں کلیم کر کے پالیسی ہولڈر کی جمع کروائی ہوئی اصل رقم لے لے اور سود والی رقم چھوڑ دے۔ پھر اصل رقم مرحوم کے تمام ورثاء کے درمیان شرعی طریقہ کار کے مطابق تقسیم ہو گی۔ ایسا نہیں ہو گا کہ وہ رقم صرف نامزد کردہ فرد کو ملے کیونکہ کمپنی میں کسی کو نامزد کروانے کا مقصد اسے مالک بنانا نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ پالیسی ہولڈر کے انتقال کی صورت میں وہ فرد کمپنی سے رقم وصول کر کے مرحوم کے ورثاء کو پہنچا دے، تو چونکہ اسے مالک بنانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے وہ اس رقم کا مالک بھی نہیں بنتا، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں صرف آپ والد صاحب کی لائف انشورنس کی اصل رقم کی حقدار نہیں ہیں بلکہ مرحوم کے تمام ورثاء اس کے حقدار ہیں۔

خیال رہے کہ اگر کسی نے سودی رقم لے لی ہو تو اس پر واجب ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اتنی رقم صدقے کے ثواب کی نیت کیے بغیر زکوٰۃ کے حقدار کسی شرعی فقیر کو دے دے۔

تنبیہ: انشورنس کی ایک اور صورت جنرل انشورنس ہے جو غیر جاندار چیزوں کی ہوتی ہے اور جنرل انشورنس بھی حرام و گناہ ہے کیونکہ وہ جوئے اور ظلم پر مشتمل ہوتی ہے، اس طرح کہ اگر مقررہ مدت کے دوران پالیسی ہولڈر کی خریدی ہوئی چیز کو کوئی نقصان پہنچا تو کمپنی کو اس کی تلافی کرنی ہوتی ہے اور یوں پالیسی ہولڈر کا فائدہ ہو جاتا ہے کہ اس صورت میں نقصان زیادہ ہونے کی صورت میں کم رقم دے کر زیادہ رقم مل جاتی ہے اور اگر پالیسی ہولڈر کی چیز مقررہ مدت تک کمپنی کے بیان کردہ نقصانات سے محفوظ رہی تو اس کی جمع کردہ ساری رقم اسے واپس نہیں ملتی اور کمپنی کا فائدہ ہو جاتا ہے، اسی کو جُوا کہتے ہیں نیز جو نقصان کمپنی نے نہیں کیا اس کی تلافی کا ذمہ دار کمپنی کو ٹھہرانا ظلم ہے اور جُوا اور ظلم دونوں ہی حرام ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم



حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا اور پردے کا اہتمام (قسط 4)

الحمد للہ! نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبوبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کا ذکرِ خیر جاری ہے۔ پچھلی قسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا کا علمی مقام بیان کیا گیا، اب ان شاء اللہ آپ کی مبارک زندگی سے کچھ ایسی باتیں بیان کی جائیں گی جن سے یہ واضح ہو گا کہ آپ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کرتی تھیں، بلکہ ہمیشہ مسائلِ شرعیہ میں بھی فتویٰ کے بجائے تقویٰ پر عمل کو اختیار فرمایا کرتیں۔ چنانچہ اس حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا کی مبارک زندگی کے صرف ایک پہلو کو بطورِ مثال پیش کیا جائے گا۔

اللہ پاک نے اپنی پاکیزہ کتاب قرآنِ کریم میں نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس بیبیوں کو جب پردے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى (پ22، الاحزاب: 33) ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔ تو بلا شبہ تمام امہات المومنین رضی اللہُ عنہن نے اس فرمانِ الٰہی پر لَبَّیْك کہا اور ہمیشہ اس حکم پر عمل فرمایا۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آنسوؤں سے دوپٹہ تر ہو جاتا۔[1] چنانچہ،

سیدہ عائشہ کی مبارک زندگی کو اگر گہرائی سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پردے کے معاملے میں آپ بہت احتیاط فرمایا کرتی تھیں جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت ابوقُعَیس رضی اللہُ عنہ کی بیوی صاحبہ نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہُ عنہا کو بچپن میں دودھ پلایا تھا، لہٰذا حضرت ابوقُعَیس رضی اللہُ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا کے رضاعی والد اور ابو قُعَیس کے بھائی حضرت اَفلح رضی اللہُ عنہما آپ کے رضاعی چچا ہوئے۔ حضرت اَفلح حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں سیدہ عائشہ کے ہاں حاضر ہوتے رہتے تھے، مگر جب پردے سے متعلق آیاتِ مقدّسہ نازل ہوئیں اور اَفلح رضی اللہُ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا کے پاس آنا چاہا تو آپ نے پردے کی احتیاط کے پیشِ نظر منع فرمادیا اور اپنے رضاعی چچا سے فرمایا: پہلے میں حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھ لوں کہ دودھ کے رشتے کی وجہ سے اَفلح کا مجھ سے پردہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ دودھ تو میں نے ابوقُعَیس کی بیوی کا پیا ہے، اَفلح سے کیا رشتے داری! اس پر حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اَفلح کو اجازت دے دو کہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔[2] نیز ایک روایت کے مطابق اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہُ عنہا حضرات حسنین کریمین یعنی امام حسن و حسین رضی اللہُ عنہما سے بھی پردہ کیا کرتی تھیں حالانکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا کا ان دونوں حضرات سے پردہ نہ کرنا جائز تھا۔[3]

سبحانَ اللہ! یہ سب سیدہ عائشہ کے علمی مقام و مرتبے کی شان تھی کہ آپ پردے کے اہتمام کا خوب خیال رکھا کرتی تھیں، گویا کہ یہ پردہ آپ کی فطرت کا حصہ بن گیا تھا، چنانچہ

طبقات اِبنِ سعد میں ہے: حضرت اِسحٰق اعمٰی (نابینا صحابی رضی اللہُ عنہ) فرماتے ہیں: میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہُ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پردہ کیا، میں نے عرض کی: آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا؟ تو آپ نے فرمایا: اگرچہ آپ مجھے دیکھ نہیں سکتے لیکن میں تو آپ کو دیکھ سکتی ہوں![4] ممکن ہے کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کا حضرت اسحاق سے یوں

پردہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اس فرمان پر عمل کے نتیجے میں ہو جو ترمذی شریف میں اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جس میں آپ فرماتی ہیں: وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ اچانک اِبنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ پردہ کی آیت نازل ہو چکی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان دونوں کو جب پردے کا حکم ارشاد فرمایا تو حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ ہمیں پہچانتے ہیں! ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کہ انہیں دیکھ نہیں سکتیں؟[5]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود پردے کا اہتمام کرتیں تو دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلاتیں اور ممکنہ صورت میں اس معاملے میں سختی سے بھی کام لیتیں، جیسا کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں آپ کے بھائی حضرت عبدُالرحمن رضی اللہ عنہ کی بچی حفصہ حاضر ہوئی جس نے باریک دوپٹّا اوڑھ رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس دوپٹّے کو پھاڑ کر اسے موٹا دوپٹّا اوڑھا دیا۔[6] یعنی اس دوپٹے کو پھاڑ کر دو رومال بنا دیئے تاکہ اوڑھنے کے قابل نہ رہے، رومال کے کام آئے، لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے یہ مال ضائع کیوں فرمادیا۔ یہ ہے عملی تبلیغ اور بچیوں کی صحیح تربیت و تعلیم اس دوپٹے سے سر کے بال چمک رہے تھے، ستر حاصل نہ تھا اس لیے یہ عمل فرمایا۔[7]

اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت پر قربان! آپ نے زندہ لوگوں سے ہی پردے کا اہتمام نہ فرمایا، بلکہ دنیا سے پردہ کر جانے والوں سے بھی اس معاملے میں خوب احتیاط فرمائی۔ چنانچہ

آپ خود فرماتی ہیں: میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی جس میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور میرے والد دفن ہیں (یعنی روضہ اطہر میں) تو اپنے (کچھ) کپڑے اتار لیتی (یعنی جو غیروں کے سامنے ستر پوشی کے لئے ضروری ہیں) اور کہتی کہ یہاں تو صرف میرے شوہر اور میرے والد ہیں! پھر جب حضرت عمر ان کے ساتھ دفن ہوئے تو آپ فرماتیں: خدا کی قسم! میں حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے خود کو کپڑے میں اچھی طرح لپیٹے بغیر نہ جاتی۔[8] یعنی جب تک میرے حجرے میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور حضرت ابو بکر صِدّیق (رضی اللہ عنہ) مدفون رہے تب تک تو میں سر کھولے یا ڈھکے ہر طرح حجرے میں چلی جاتی تھی کیونکہ نہ خاوند سے حجاب ہوتا ہے نہ والد سے (لیکن) جب سے حضرت عمر میرے حجرے میں دفن ہو گئے تب سے میں بغیر چادر اوڑھے اور پردے کا پورا اہتمام کئے بغیر حجرے شریف میں نہ گئی کہ حضرت عمر سے شرم و حیا کرتی ہوں۔ اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہو سکتے ہیں: (1) میت کا بعدِ وفات بھی احترام چاہئے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ میت کا ایسا ہی احترام کرے جیسا کہ اس کی زندگی میں کرتا تھا۔ (2) بزرگوں کی قبور کا بھی احترام اور ان سے بھی شرم و حیا چاہئے۔ (3) میت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور انہیں جانتا پہچانتا ہے۔ دیکھو! حضرت عمر سے عائشہ صِدّیقہ ان کی وفات کے بعد شرم و حیا فرما رہی ہیں۔ اگر آپ باہر کی کوئی چیز نہ دیکھتے تو اس حیا فرمانے کے کیا معنی! (4) قبر کی مٹی تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لیے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر (یعنی زیارت کرنے والے) کے جسم کا لباس ان کیلئے آڑ ہے، لہٰذا میت کو زائر ننگا نہیں دکھائی دیتا ورنہ حضرت عائشہ صِدّیقہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنٰی تھے، یہ قانونِ قدرت ہے۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضرت عمر قبر کے اندر سے زائر کو دیکھ رہے ہیں تو زائر کے کپڑوں کے اندر کا جسم بھی انہیں نظر آرہا ہے۔[9]

---

1 الزہد لامام احمد، ص185، رقم: 911 2 بخاری، 4/143، حدیث: 6156 3 طبقاتِ ابنِ سعد، 8/58 4 طبقاتِ ابنِ سعد، 8/55 5 ترمذی، 4/357، حدیث: 2787 6 مؤطا امام مالک، 2/410، حدیث: 1739 7 مراٰۃ المناجیح، 6/124 8 مسند امام احمد، 42/441، حدیث: 25660 9 مراٰۃ المناجیح، 2/527



بارات

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
شعبہ حج وعمرہ پاک
سنٹر دفتر ذمہ دار

دولہے کے ساتھ آنے والے شادی کے جلوس کو بارات کہتے ہیں۔ اس روز دلہن کی رخصتی کی غرض سے دولہا مقررہ مقام یا پھر لڑکی کے ہاں جاتا ہے تاکہ اس کو رخصت کروا کر ساتھ لے کر آئے۔ چنانچہ بارات کے دن معاشرے میں جس قدر رسومات وغیرہ کا سلسلہ ہوتا ہے یہاں ان کا ایک مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

بارات کے متعلق ایک بدشگونی بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکا جب بارات کے لیے گھر سے نکل جاتا ہے تو اب چاہے جو بھی ہو جائے وہ اپنے گھر میں تب تک واپس نہیں آتا جب تک کہ دلہن نہ لے آئے ورنہ اس سے بدشگونی مراد لی جاتی ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ کسی بھی چیز سے بدشگونی لینا حرام ہے۔[1]

دلہن کا پارلر سے تیار ہونا بارات والے دن دلہن کو دوپہر میں ہی پارلر بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وہ تیار ہو کر خوبصورت لگے، دلہن کے رخصتی کے لئے تیار ہونے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال چیزوں سے عورت کا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔ بعض صالحات (بزرگ خواتین) کہ خود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیائے کرام سے تھے ہر شب بعدِ نماز عشا پورا سنگار کر کے دلہن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انہیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مصلی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں اور دلہن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے۔[2] جیسا کہ حضرت اُمِّ سِنان رضی اللہُ عنہا کو حضور پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس بیوی اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہُ عنہا کا بناؤ سنگھار کرنے کا شرف حاصل ہوا۔[3]

آج کل دلہن کے بناؤ سنگھار کے معاملے میں بہت سی خرابیاں شامل ہو چکی ہیں، جیسے مرد سے عورت کا میک اپ کروانا، کیونکہ شریعت نے عورت کو اجنبی مرد سے اور اسی طرح مرد کو اجنبی عورت سے پردے کا حکم دیا ہے اور ان دونوں کا ایک دوسرے کو کسی شرعی ضرورت کے بغیر چھونا بھی حرام قرار دیا ہے۔ جبکہ بیوٹی پارلر میں بے پردگی کے علاوہ جسم کا چھونا بھی پایا جاتا ہے، جو سخت ناجائز وحرام ہے اور کئی مرتبہ ان دونوں میں تنہائی بھی پائی جاتی ہے جو مزید گناہ کا باعث ہے، الغرض یہ کام کئی ناجائز و حرام کاموں کا مجموعہ ہے، ایسا کرنے کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں۔

عورت کا بالوں کو برابر کرنے کے لیے پیشانی کی جانب سے اس طرح بال کاٹنا کہ وہ حقیقی لمبائی میں کندھوں سے نیچے تک نہ رہیں، یہ جائز نہیں، کیونکہ عورت کے لیے کندھوں تک بال کاٹنا، چاہے پیشانی کی طرف سے ہو یا پیچھے سے ہو، حرام

ہے۔[4] اگر خوبصورتی کے لیے لٹ بنائی مگر وہ کندھے سے اوپر ہے تو ناجائز و گناہ ہے۔[5] بعض عورتیں بالوں کو سیاہ رنگ کرواتی ہیں تو ان کا رنگ کے ذریعے بال سیاہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ اللہ پاک کی تخلیق میں تبدیلی ہے۔[6]

اسی طرح آئی برو بنانا و بنوانا بھی مُثلَہ کے سبب حرام ہے۔ البتہ عورت بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال اتار سکتی ہے۔ چنانچہ

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ پاؤں پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔[7] نیز عورت (سنورنے کے لیے) کانچ کی چوڑیاں بھی پہن سکتی ہے۔[8] البتہ اس کی آواز نامحرم تک نہ جائے۔

اس کے علاوہ Nails Making یعنی خوبصورتی کے لیے عورتوں کا اپنے ناخنوں کی تراش خراش کروانا اور ان پر Artificial یعنی مصنوعی ناخن لگوانا بھی جائز ہے، جبکہ یہ ناخن انسان یا خنزیر کے کسی حصے سے تیار کردہ نہ ہوں، البتہ مصنوعی ناخن لگانے میں اگر ایسا انداز ہو کہ دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ خلافِ شرع ناخن بڑھائے ہوئے ہیں اور یوں محلِ تہمت بنے تو اس سے بچنا چاہیے کہ لوگوں کو بدگمانی کا موقع نہ دیا جائے۔[9]

انسان اور خنزیر کے بالوں کے علاوہ دوسرے جانور کے بالوں کی مصنوعی پلکیں عورتوں کو زینت کے طور پر لگانا جائز ہے۔ لیکن وضو، غسل کرنے کے لئے ان پلکوں کا اتارنا ضروری ہے کیونکہ مصنوعی پلکیں گوند وغیرہ سے لگانے کے بعد اصلی پلکوں کے ساتھ چپکا دی جاتی ہیں، لہٰذا انہیں اتارے بغیر اصلی پلکوں کا دھونا ممکن نہیں جبکہ وضو، غسل میں اصلی پلکوں کے ہر بال کا دھونا فرض ہے۔[10] الغرض اس میں بھی شرعی حدود کو مدنظر رکھا جائے، شریعت کے احکامات سے ٹکرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

دولہے کا شیروانی پہننا دولہے کا شیروانی پہننا جائز ہے، اس کو اسراف نہیں کہہ سکتے۔ شیروانی پاکستان کا قومی لباس بھی ہے۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: میں نے بھی اپنے نکاح میں شیروانی پہنی تھی۔ البتہ! شادی میں شیروانی پہننے کا سنت ہونا معلوم نہیں ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم زیادہ تر دو چادریں استعمال فرماتے یعنی یمنی چادر کی تہبند باندھتے تھے،[11] کُرتا پہننا بھی ثابت ہے،[12] البتہ پاجامہ یا شلوار وغیرہ پہننا ثابت نہیں۔[13] نیز یہ خیال بھی رکھا جائے کہ شیروانی ایسے کپڑے کی نہ ہو جو مرد کے لیے جائز نہیں۔

گھر و گاڑی سجانا شادی کے موقع پر بارات کے دن دلہن کو لانے والی گاڑی، کمرہ اور گھر کو سجایا جاتا ہے۔ اب تو گھر سجانے کا رواج پہلے کی نسبت بہت کم ہو گیا ہے، مگر کمرہ ضرور سجایا جاتا ہے اور کار اگرچہ اپنی نہ ہو مگر پھر بھی مہنگی بکنگ کروائی جاتی ہے جس کو پھولوں سے خوب سجایا جاتا ہے۔ یہ سب اگر تحدیثِ نعمت (یعنی نعمت کے اظہار) کے سبب ہے تو مستحب اور فخر و دکھاوے کی غرض سے ہو تو گناہ ہے۔

سرمہ لگائی اس موقع پر سرمہ لگائی کے نام سے بھی ایک رسم کی جاتی ہے۔ جب دولہا نہا دھو کر تیار ہو جاتا ہے اور بارات روانہ ہونے والی ہوتی ہے تو اس وقت دولہے کی بھابھی اس کی آنکھوں میں اپنے ہاتھوں سے سرمہ لگاتی ہے اور اس سرمہ لگائی پر اس کو دولہے کی جانب سے پیسے ملتے ہیں۔

یاد رہے! یہ دونوں (بھابھی اور دیور) ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہیں، عورت کا اس طرح نامحرم کو چھونا جائز نہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ (وہ مرد اس عورت کا) پیر ہو۔[14]

اگر بھابھی کے علاوہ کوئی محرم لگائے تو حرج نہیں۔ البتہ سُرمہ لگانا نہ صرف جائز بلکہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نہایت ہی پیاری پیاری سنّت ہے۔ مرد کے لیے پتھر کا سرمہ

استعمال کرنے میں حرج نہیں اور سیاہ سرمہ یا کاجل زینت کی نیّت سے مرد کو لگانا مکروہ ہے اور زینت مقصود نہ ہو تو کراہت نہیں۔[15] سرمہ لگانا اگر بنیتِ سنت ہو تو ثواب ہے مگر آج کل جس طرح کی رسم ادا کی جاتی ہے یوں تو گناہ ہی ہاتھ آئے گا۔

دولہے کو کُلّاہ پہنانے اور سہرا باندھنے کی رسم بہنیں اپنے بھائی کے لیے کلاہ لاتی ہیں اور اس کو بہنوئی پہناتے ہیں اس پر بھی دولہا رقم دیتا ہے۔ اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہندوؤں سے مشابہت نہ ہو، بہتر یہی ہے کہ سنت کی نیت سے عمامہ شریف سجایا جائے، جیسا کہ بعض لوگ بالخصوص مذہبی اور دیندار حضرات علمائے کرام وغیرہ کرتے ہیں، اس میں رسم کے ساتھ ساتھ سنت کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔

کلاہ کے اوپر سہرا باندھا جاتا ہے، سہرا پھولوں یا موتیوں کی اس لڑی کو کہتے ہیں جو دولہے کے چہرے پر لٹکائی جاتی ہیں۔ پاکستان میں زیادہ تر گلاب اور موتیا پھول کے سہرے ہوتے ہیں، کہیں چھوٹے اور کہیں بڑے، کراچی والوں میں اکثر یہ رواج ہے کہ گھٹنوں تک کا سہرا پہنایا جاتا ہے اور یہ دولہے کا بھائی اسے پہناتا ہے۔ یہ بھی شرعی طور پر درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ

دار الافتاء اہلسنت کا فتوی ہے کہ دولہے کو سہرا باندھنا جائز ہے، جبکہ ممانعت کی کوئی خاص وجہ موجود نہ ہو، مثلاً وہ ایسا سہرا ہو جو کسی مقام پر کفار کے ساتھ خاص ہو، جس سے ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو وغیرہ وغیرہ۔[16]

اسی طرح مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سہرا باندھنا جائز ہے، ہاں وہ سہرا جس میں نلکیاں ہوتی ہیں جو کہ خاص ہندوؤں میں رائج ہے (اس کا پہننا) ناجائز ہے۔[17]

دولہے کا سربالا بنانا گھر کے کسی چھوٹے بچے کو سربالا بنایا جاتا ہے اور اس کو دولہے کی مثل ہی کپڑے اور جوتے وغیرہ پہنائے جاتے ہیں اور ہر وقت وہ بچہ دولہے کے ساتھ ہی رہتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس میں یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ دولہے کا بھانجا سربالا نہ بنایا جائے، اس کی کوئی اصل نہیں، بھانجا یا کوئی بھی سربالا ہو سکتا ہے۔[18]

ضروری نہیں کہ سربالا صرف کوئی چھوٹا بچہ ہی ہو، کیونکہ بسا اوقات سربالا کسی ایسے فرد کو بھی بنایا جاتا ہے جو دولہے کو اس کی زندگی کے اس اہم دن پر ہر جگہ ناپسندیدہ کاموں سے بچائے اور اس کا خاص خیال رکھے۔

گھوڑے پر بارات لے جانا موٹر گاڑیوں کے عام ہونے سے پہلے بارات گھوڑے اور بگھیوں وغیرہ پر جاتی تھی، بعد میں کار پر بارات لے جانے کا رواج پڑ گیا اور آج تک یہی رواج قائم ہے، البتہ! اب بھی کہیں کہیں یہ رواج ہے کہ بارات گھوڑے یا بگھی پر جاتی ہے، جب بارات لے کر جاتے ہیں تو دولہا گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جس گھوڑے پر دولہا سوار ہوتا ہے اگر اس کو دولہا نے قابو کر لیا تو اس کی بیوی اس کی فرمانبردار رہے گی، اگر دولہا گھوڑا قابو نا کر سکے تو اس سے یہ تصور لیا جاتا ہے کہ دولہا اپنی بیوی کو قابو نہ کر سکے گا، یہ بیکار کی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح دولہے کے دوست احباب رشتے دار ناچتے، گاتے اور پیسے پھینکتے گھوڑے کے آگے چلتے جاتے ہیں، یہ بھی درست نہیں۔ البتہ گھوڑا ایک بابرکت سواری ہے اس پر بارات لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

---

1 طریقہ محمدیہ، ص95 2 فتاویٰ رضویہ، 22/126 3 طبقات ابنِ سعد، 8/96 4 زینت کے شرعی احکام، ص112 5 زینت کے شرعی احکام، ص114 6 زینت کے شرعی احکام، ص92 7 بہار شریعت، 5/585، حصہ:16 8 زینت کے شرعی احکام، ص142 9 فتاویٰ اہلِ سنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر:Fsd-8175 10 فتاویٰ اہلِ سنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر:WAT-68 11 بخاری، 4/54، حدیث:5813 12 ابن ماجہ، 4/150، حدیث:3577 13 مواہب لدنیہ، 2/172 14 فتاویٰ رضویہ، 22/245 15 فتاویٰ ہندیہ، 5/359 16 فتاویٰ اہلِ سنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: WAT-334 17 فتاوی امجدیہ، 4/12 18 رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص239



باادب بانصیب (قسط 3)

بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز یزمان بہاولپور

ٹیچرز کی چغلی لگانا اور عیب بیان کرنا

ٹیچرز کی چغلی لگانا اور ان کے عیب اچھالنا بھی راہِ علم کی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، لیکن افسوس! بعض اسٹوڈنٹس میں یہ بُری عادت بھی پائی جاتی ہے کہ وہ لگائی بجھائی کے معاملات میں پڑے رہتے ہیں، ٹیچرز کے کمزور پہلوؤں پر تنقید کرتے ہیں، ان کے عیوب دوسرے اساتذہ، انتظامیہ یا گھر والوں کے سامنے بیان کر کے ٹیچرز کے وقار کو مجروح کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں خود بھی ان کی نظروں سے گر جاتے اور راہِ علم کے دروازے بھی خود پر بند کر لیتے ہیں۔

چغلی کھانا انتہائی بُری عادت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے، اس کی مذمت کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا۔[1]

چغلی کی اسی نحوست کے سبب بزرگانِ دین ہمیشہ سے اس کی مذمت بیان کرتے رہے ہیں، بالخصوص اسٹوڈنٹس اگر اساتذہ کی چغلی کریں تو یہ ان کے زہر قاتل ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے طلبہ کرام کو اپنے استاد اور طالبات کو اپنی استانی کی کوئی بات ناگوار گزرنے پر دوسروں پر اس کا اظہار کرنے سے بچنے، ان کے عیبوں کو چھپانے اور ان کی کمزوریاں دوسروں کو نا بتانے کے حوالے سے خصوصی تربیت کا اہتمام فرمایا اور انہیں روزانہ کی بنیاد پر اپنے جن اعمال کا جائزہ لینے کی ترغیب دلائی ہے ان میں اساتذہ کے عیوب کو ظاہر کرنے والی بات کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے اساتذہ کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

انتظامیہ کی نظر میں ان کو گندہ کرنا

ایسا بھی ہوتا ہے کچھ بدنصیب اسٹوڈنٹس اپنے ٹیچرز کو انتظامیہ کی نظر میں نیچا دکھانے کے لیے ان کے متعلق ایسی باتیں پھیلا دیتے ہیں جو ٹیچرز کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں، جب ٹیچرز کو ان بے بنیاد باتوں کا علم ہوتا ہے تو ایسے طلبہ و طالبات ٹیچرز کے دل سے اتر جاتے ہیں اور علمِ دین کی حلاوت انہیں نصیب تک نہیں ہوتی۔ حدیثِ مبارک میں مسلمان کی عزت کے تحفظ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس کے سامنے کسی مسلمان کی بے عزتی کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر طاقت ہونے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ پاک قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرے گا۔[2]

یہ حدیثِ پاک نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان کی بے عزتی دیکھ کر خاموش رہنا ایسے عذاب کا باعث ہے تو خود اسے ذلیل کرنے کے درپے ہونا، اس کی عزت میں رخنہ اندازی کی کوشش کرنا کس قدر عذاب اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہو گا![3]

زبان درازی اور بد اخلاقی

علمِ دین کے حصول کی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ ٹیچرز کے ساتھ بد زبانی اور بد اخلاقی کا مظاہرہ کرنا بھی ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن اسٹوڈنٹس کو ٹیچرز انتہائی محنت سے پڑھاتے ہیں اگر انہی میں سے بعض نالائق اسٹوڈنٹس کو کبھی ڈانٹ دیا جائے یا سبق یاد نہ کرنے یا چھٹی کرنے کی وجہ پوچھی جائے تو وہ اس ہستی پر زبان درازی اور بد اخلاقی کی حد پار کر جاتے ہیں جو سب سے قیمتی اور عمدہ چیز یعنی علمِ دین کی دولت سے انہیں مالامال کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

یوں ہی بعض بد بخت اسٹوڈنٹس ٹیچرز کے سامنے اکڑ دکھاتے اور تکبر کا اظہار کرتے ہیں۔ بلا شبہ ایسے اسٹوڈنٹس کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتے، بلکہ اگر ایسے اسٹوڈنٹس ہزار ٹیچرز بھی بدل لیں تب بھی علمِ دین کی حقیقی برکتیں نہ پا سکیں گے۔

ٹیچرز کی نشست پر بیٹھنا

ٹیچرز کی مخصوص نشست پر بغیر ان کی اجازت کے بیٹھنا بھی بے ادبی ہے، مگر افسوس! آج کے بعض اسٹوڈنٹس کی اس جانب کوئی توجہ ہی نہیں، ٹیچرز کی عدم موجودگی میں بعض شرارتی اسٹوڈنٹس بلا جھجک ان کی جگہ پر بیٹھ کر بے ادبی کی آفت میں مبتلا ہو کر علمِ دین کی برکتوں سے محروم ہونے کی جانب رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: استاد کا شاگرد پر یہ بھی حق ہے کہ استاد کے بستر پر نہ بیٹھے اگرچہ استاد موجود نہ ہو۔ مزید فرماتے ہیں: عالِم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں (برابر) ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہو، اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ چلے۔[4]

معلوم ہوا! ٹیچرز کی نشست گاہ پر بیٹھنا یا ان کی طرف پاؤں پھیلانا ادب کے خلاف ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین رحمۃ اللہِ علیہم اپنے استاد کی جگہ پر بیٹھنا تو دور کی بات ہے ان کے گھر کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی جانتے تھے۔ جیسا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہِ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ نے کبھی اپنے استادِ محترم حضرت حمّاد رحمۃ اللہِ علیہ کے احترام کی وجہ سے ان کے مکانِ عالیشان کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے، حالانکہ آپ کے استادِ محترم کے گھر مبارک اور آپ کی رہائش گاہ میں چند گلیوں کا فاصلہ تھا۔[5]

اسی طرح صاحبِ ہدایہ شریف شیخ الاسلام بُرہانُ الدین ابو الحسن علی مرغینانی رحمۃ اللہِ علیہ نے یہ حکایت بیان کی کہ بخارا کے ایک امام کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ علمِ دین کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک انہوں نے بار بار کھڑا ہونا شروع کر دیا، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میرے استادِ محترم کا صاحبزادہ بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا، کبھی کبھی کھیلتا ہوا وہ مسجد کی طرف آجاتا، جب میری نظر اس پر پڑتی تو میں اپنے استاد کی تعظیم کی وجہ سے اس کے لئے کھڑا ہو جاتا۔[6] چنانچہ،

اسٹوڈنٹس کو چاہیے کہ جس طرح وہ ٹیچرز کی موجودگی میں ان کا اور ان کی نشست گاہ کا ادب کرنا نہیں بھولتے اسی طرح ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کی عزت و تعظیم کے پیشِ نظر ان کی نشست گاہ کا احترام کریں۔

ٹیچرز کی بے ادبی سے بچنے کے لیے طلبہ کرام کو امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے عطا کردہ 92 اور طالبات کو 83 نیک اعمال کے رسالے کے مطابق عمل کرنا انتہائی مفید ہے۔ چنانچہ طلبہ کے نیک اعمال کے رسالے میں موجود نیک عمل نمبر 44 میں ہے: آج آپ نے اپنے استاد صاحب بلکہ کسی کی بھی پیچھے سے نقلیں تو نہیں اتاریں؟ نیز استاد صاحب کی نشست گاہ پر بیٹھنے کی بے ادبی تو نہیں کی؟ جبکہ طالبات کے نیک اعمال کے رسالے میں موجود نیک عمل نمبر 8 میں ہے: آج آپ نے اُستانی صاحبہ کی نشست گاہ پر بیٹھنے کی بے ادبی تو

نہیں کی؟(ظاہر و باطن میں دینی استانی کا ادب کرنا بے حد نفع بخش ہے) اللہ نے چاہا تو اس پر عمل کی برکت سے بے ادبی سے بچت رہے گی۔

ٹیچرز کی باتوں کو اہمیت نہ دینا

بعض اسٹوڈنٹس ٹیچرز کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے مثلاً موبائل فون میں ٹیچرز کے میسج کا جواب دینے میں تاخیر کرتے یا سرے سے اگنور ہی کر دیتے ہیں، ٹیچرز کی کال ریسیو نہیں کرتے، ان کا نمبر بلیک لسٹ میں ڈال دیتے ہیں یا پھر انہیں وہ نمبر دیتے ہیں جو بند ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اسٹوڈنٹس کلاس میں ٹیچرز کے سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی عدم توجہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، بعض گہری سوچوں اور خیالات میں ہی دور دراز کے سفر پہ پہنچے ہوتے ہیں۔ بعض رات کو دیر سے سونے کے سبب صبح کلاس روم میں نیند کے جھونکے لے رہے ہوتے ہیں۔ بعض دورانِ لیکچر واٹس ایپ وغیرہ کے ذریعے چیٹنگ میں مصروف ہوتے ہیں یا پھر سوشل میڈیا پر اپنا وقت برباد کر کے گویا لیکچر سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ میچ کے شیدائی اسٹوڈنٹس کی ایک تعداد خفیہ طریقے سے میچ کی کمنٹری سننے میں مشغول ہوتی ہے۔ ایسے بد نصیبوں کے حصے میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا اور علمِ دین کی حقیقی برکات بھی ان میں منتقل نہیں ہوتیں۔

غیر ضروری اعتراضات و سوالات کر کے ٹیچرز کو تنگ کرنا یا ان کی علمی صلاحیت کو جانچنا

بعض ناسمجھ اسٹوڈنٹس ٹیچرز کے بھی ٹیچرز بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے ایسے ایسے عجیب و غریب سوالات کرتے ہیں جن کا ناسر ہوتا ہے نا ہی پیر اور ان سوالات کا لیکچر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا، صرف ٹیچرز کی صلاحیت جانچنی مقصود ہوتی ہے کہ یہ کتنے پانی میں ہیں، ان کا مطالعہ کتنا وسیع ہے، ابھی پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے اس سبجیکٹ کی تیاری کی بھی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو فلاں فلاں کتاب کا بھی مطالعہ کیا ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بعض اپنے ٹیچرز سے مختلف فاسد اغراض و مقاصد کے تحت انتہائی مشکل سوالات کر کے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ٹیچرز و اسٹوڈنٹس پر ان کی علمیت واضح ہو گی کہ واہ! یہ اسٹوڈنٹس تو بہت ذہین ہیں اور ان کا مطالعہ تو بہت وسیع ہے! یوں ہی بعض ٹائم پاس اسٹوڈنٹس کا جب پڑھنے کا موڈ نہیں ہوتا یا انہیں سبق یاد نہیں ہوتا تو وہ ٹیچرز کو بے تکے سوالات میں الجھانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں تاکہ نہ ٹیچرز ان سے سبق سنیں نہ ہی ان کی سستی و کاہلی کا پول سب کے سامنے کھلے وغیرہ۔ ایسے اسٹوڈنٹس دیگر کلاس فیلوز کے ساتھ ساتھ ٹیچرز کہ جو علمائے دین و عالماتِ دین ہوتے ہیں ان کی تکلیف کا بھی باعث بنتے اور اپنے لیے ہلاکت و بربادی کا سامان کرتے ہیں۔ ایسوں کو ابنِ سقا کے واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: عالمِ دین سے امتحاناً سُوال کرنا شرعاً گناہ ہے۔[7] یعنی غیرِ عالم کسی عالمِ دِین سے اِمتحاناً سُوال نہیں کر سکتا۔ ابنِ سقا حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہِ علیہ کے ساتھ پڑھتا تھا، اس نے اللہ پاک کے ایک نیک بندے کی توہین کی اور کہا: میں ان سے ایسا سوال کروں گا کہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ آخر کار وہ اس گستاخی کی وجہ سے کفر پر مرا۔[8]

عالمِ دین چاہے غوث ہو یا نہ ہو امتحان لینے کے لیے اس سے سوال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اپنا یہ ذہن بنانا چاہیے کہ ہمیں خود کیا آتا ہے اور کتنا آتا ہے کہ ہم امتحان لینے نکلیں؟ ہاں! اگر واقعی سیکھنے کی نیت ہے تو پوچھنا اور معلومات حاصل کرنا چاہئے تاکہ علم میں اِضافہ ہو، اس نیت سے سوال کرنا اچھی بات ہے۔ عربی محاورہ ہے: اَلسُّوَالُ مِفْتَاحُ الْعِلْم یعنی سُوال علم کی چابی ہے۔ لیکن خواہ مخواہ تنگ کرنے کے لیے سُوال نہیں کرنا چاہیے۔[9]

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نیک اعمال کے رسالے میں دینی طلبہ کو اپنے استاد اور طالباتِ دین کو اپنی استانی سے امتحاناً

سوال کرنے سے بچنے پر مشتمل نیک عمل بھی شامل فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر طلبہ وطالباتِ علمِ دین نیک اعمال کے رسالے کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالنا شروع کر دیں تو ان شاء اللہ بہت ساری بُری عادات سے چھٹکارا ملے گا۔

ٹیچرز کے احسانات بھلا دینا

محسن کوئی بھی ہو اس کا حسان مند ہونا چاہیے۔ ٹیچر بھی وہ ہستی ہے جس کے احسانات و انعامات کا شکریہ ادا کرنا کسی بھی انسان کے بس میں نہیں۔ ٹیچر کے احسانات کو بھلا دینا اور ان کے احسان و کرم نوازی کا شکر ادا نہ کرنا بھی علمِ دین سے محرومی کا باعث ہے۔

ٹیچرز کی ڈانٹ کو انا کا مسئلہ بنالینا

مشہور کہاوت ہے: جو استاد کی سختیاں نہیں جھیل سکتا اسے زمانے کی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔

طلبہ وطالباتِ علمِ دین کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ ٹیچرز انہی اسٹوڈنٹس کو ڈانٹتے اور سختی کرتے ہیں جن سے انہیں ہمدردی ہوتی ہے اور جس کی بھلائی انہیں مقصود ہوتی ہے ورنہ کس کو پڑی ہے کہ سنوارنے سدھارنے کے لیے کسی پر اتنی کوششیں کرے! لیکن افسوس! بعض کے نزدیک ٹیچرز کی ڈانٹ یا سختی بے عزتی سمجھی جاتی ہے اور تجربہ ہے کہ پھر ایسے عزت دار اسٹوڈنٹس علمِ دین سے جاہل ہی رہ جاتے ہیں۔

حضرت امام ابنِ عُیینہ رحمۃ اللہِ علیہ سخت مزاج تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: طالبِ علم دور دور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ ان سے ناراض ہو جاتے ہیں! کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر نہ چل دیں! آپ نے فرمایا: وہ تمہاری طرح بیوقوف ہوں گے جو میری سختی کی وجہ سے اپنا فائدہ چھوڑ دیں۔[10] لہٰذا طلبہ وطالبات کو چاہئے کہ وہ نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر ٹیچرز کی سختی یا ڈانٹ پر پڑھائی چھوڑنے کے بجائے ان کی سختی کو اپنے لئے باعثِ رحمت جانتے ہوئے ان کی بے ادبی سے بچیں تاکہ علمِ دین کی حقیقی برکتوں سے مالا مال ہو سکیں۔

دیگر ٹیچرز کو اہمیت نہ دینا

ادارے میں موجود تمام ہی ٹیچرز قابلِ احترام ہوتے ہیں خواہ وہ ہمیں پڑھائیں یا نہ پڑھائیں۔ مگر بعض اسٹوڈنٹس صرف انہی ٹیچرز کو ادب کے لائق سمجھتے اور انہی ٹیچرز کو لائک کرتے ہیں جو انہیں پڑھائیں باقی ٹیچرز کی ان کے نزدیک کوئی ویلیو نہیں ہوتی۔ دیگر ٹیچرز ڈانٹ دیں تو ان سے الجھا جاتا ہے، ان کی بے ادبی و بد تمیزی کی جاتی ہے، یوں ہی اگر وہ کسی ٹیچرز کی غیر موجودگی میں ہماری کلاس میں آکر پریڈ لے لیں تو انہیں جان بوجھ کر تنگ کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! ادارے میں موجود ہر ہر ٹیچر کا ادب ہم پر لازم و ضروری ہے چاہے وہ ہمیں پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، لہٰذا ہمیں انہیں دل کھول کر اہمیت دینی چاہئے۔ کیونکہ ٹیچرز کا ایک ادارے سے دوسرے ادارے میں ٹرانسفر ہوتا رہتا ہے، یوں ہی سبجیکٹس بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں، ممکن ہے جس ٹیچر کو ہم نے اہمیت نہ دی یا جس کی بے ادبی و توہین کی یا کسی طرح بھی اس کا دل دکھایا یا کہنا نہ مانا ہو انتظامیہ اسی ٹیچر کو ہماری کلاس کا کوئی پریڈ دے دے اور موجودہ ٹیچر کا کسی اور جگہ پر تبادلہ کر دے تو کیا اس وقت بھی ہمارا انداز ان کے ساتھ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اب ہے! لہٰذا حصولِ علمِ دین پر استقامت پانے، علمِ دین کی روشنی سے منور ہونے اور اس کی حقیقی برکتوں کو پانے کے لئے تمام بُری خصلتوں خصوصاً ٹیچرز کی بے ادبی اور ان کی توہین سے خود کو بچانا ضروری ہے۔ ورنہ ان کی بے ادبی کی نحوست تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے جبکہ ان کا ادب دنیا و آخرت میں کامیابی کی سند ہے۔

آلاتِ علم، کتابوں اور قلم وغیرہ کا ادب

یاد رہے! علم کا اصل فیضان پانے کے لئے ٹیچرز کے ساتھ ساتھ آلاتِ علمِ دین یعنی کتابوں، قلم اور ڈیسک وغیرہ کا ادب کرنا بھی انتہائی ضروری ہے جن کے ذریعے ہم تک علمِ دین کا فیض پہنچتا ہے۔ بعض اسٹوڈنٹس کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کتاب کو ادب سے رکھنے کی بجائے ادھر ادھر پھینکتے ہیں، نوٹ

بکس کے صفحات پھاڑ کر ان سے کھیلتے اور ادھر ادھر پھینکتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کتابوں کو ردی میں بیچ دیتے ہیں، یہ بھی سخت بے ادبی ہے۔ آلاتِ علم کے ادب کے حوالے سے ہمارے بزرگانِ دین کا انداز لائقِ تقلید ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ حضور حافظِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہیں دیکھتے بلکہ تکیہ یا ڈیسک پر کتاب رکھ کر دیکھتے اور پڑھاتے۔ قیام گاہ سے مدرسے یا مدرسے سے قیام گاہ تک کبھی کتاب لے کر آنا جانا ہوتا تو کتاب سیدھے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔ کبھی کسی طالبِ علم کو ہاتھ میں کتاب لٹکا کر چلتے دیکھتے تو فرماتے: کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تو کتاب سینے میں اُترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور رکھا جائے گا تو کتاب سینے سے دور ہو جائے گی۔[11]

حضرت محدّثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خود کتبِ احادیث کا ادب کرتے، بلکہ طلبہ میں بھی ادب کا جوہر پیدا فرماتے اور تلقین فرمایا کرتے کہ کتب رکھتے وقت حِفظِ مراتب کا خیال کرتے ہوئے حدیثِ پاک کی کتاب کے اوپر قرآنِ حکیم کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں رکھنی چاہئے۔ ایک مرتبہ ایک طالبِ علم نے بخاری شریف پر گلاب کا پھول رکھ دیا تو آپ نے تنبیہ کی اور فرمایا: پھول اگرچہ بڑی نرم و نازک چیز ہے۔ بہر حال بخاری شریف سے افضل نہیں۔[12]

امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ پاک لکھنے میں جو قلم استعمال فرماتے، ان کے تراشے اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔ آپ نے انتقال کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے غسل کا پانی لکڑی کے انہی تراشوں سے گرم کیا جائے۔[13]

بہارِ شریعت میں ہے: نئے قلم کا تراشہ (یعنی چھیلن) تو ادھر ادھر پھینک سکتے ہیں مگر مُسْتَعْمَل (استعمال شدہ) قلم کا تراشہ ایسی جگہ نہ پھینکا جائے کہ احترام کے خلاف ہو۔ (جب تراشے کا احترام ہے تو خود استعمال شدہ قلم کا کتنا احترام ہو گا! یہ ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے)۔[14]

ایک مرتبہ اَمیرِ اَہلِ سنّت کی نظر ایک دینی کتاب پر پڑی جس پر کسی نے وائٹو (لفظ مٹانے والا قلم) رکھ دیا تھا۔ آپ نے بڑھ کر وائٹو اس کتاب پر سے ہٹاتے ہوئے اس طرح ارشاد فرمایا: دینی کتاب پر کسی چیز کا رکھنا ادب کے خلاف ہے، اس کا خیال رکھنا سعادت مندی ہے، جو اس طرف توجہ نہیں دیتا اس کی بے احتیاطیاں بڑھ جاتی ہیں۔ پھر فرمانے لگے: دعوتِ اسلامی کے قیام سے پہلے کی بات ہے، کم و بیش 27 سال پہلے میں ایک صاحب سے ملاقات کے لئے پہنچا، دورانِ گفتگو انہوں نے ہاتھ میں لی ہوئی احادیثِ مبارکہ کی مشہور کتاب **مشکوٰۃ شریف** کو اس طرح اوپر سے میز پر ڈالا کہ اچھی خاصی دھمک پیدا ہوئی۔ مجھے اس بات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آج کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو اس دھمک کا صدمہ محسوس ہوتا ہے۔[15]

بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ آلاتِ علمِ دین کا خوب خوب ادب کریں اور دینی کتابوں کو سینے سے لگائے رکھیں اور ہر گز ہر گز ان کی بے ادبی نہ ہونے دیں۔ اللہ کریم تمام طلبۂ علمِ دین کو اپنے اساتذہ و ناظمین اور طالباتِ علمِ دین کو اپنی معلمات و ناظمات کے ساتھ ساتھ آلاتِ علمِ دین کا بھی دل و جان سے ادب بجالانے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(جاری ہے---)

---

1 بخاری، 4/115، حدیث: 6056 2 مسند امام احمد، 25/361، حدیث: 15985 3 فتاویٰ رضویہ، 24/427 4 فتاویٰ رضویہ، 24/424 5 مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ للموفق، 2/7 6 تعلیم المتعلم، ص 54، 64 ملخصاً 7 تفسیر صراط الجنان، 1/186 ملخصاً 8 بہجۃ الاسرار، ص 19 ماخوذاً 9 صفائی ستھرائی کی اہمیت، ص 21 10 آداب استاد و شاگرد، ص 49 11 حیاتِ حافظِ ملت، ص 66 12 حیاتِ محدّثِ اعظم، ص 162، 163 ماخوذاً 13 وفیات الاعیان، 3/117 14 بہارِ شریعت، 5/496، حصہ: 16 15 تذکرۂ امیرِ اہلِ سنت (قسط: 4) شوقِ علمِ دین، ص 34



نیکی پر مدد

اُمِّ انس
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

دینِ اسلام اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسلامی تعلیمات پر غور کریں تو اس کو ہر مذہب سے افضل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہی پائیں گی، کیونکہ اس دین کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات اس کی سچائی کی واضح دلیل ہیں اور انہی تعلیمات میں سے ایک نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا ہی حکم نہیں دیا، بلکہ اگر کوئی دوسرا نیکی کا کام کر رہا ہو تو اس کے ساتھ تعاون کرنے اور حسبِ موقع اس کا ساتھ دینے کا بھی حکم فرماتا ہے یعنی اسلام معاشرے کے ہر فرد کے اندر نیکی کے کاموں میں باہمی تعاون کا احساس دلاتا اور اس کا بہترین شعور بیدار کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ (پ 6، المائدہ: 2) ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

بلاشبہ یہ حُسنِ معاشرت کا انتہائی اہم پہلو ہے اور اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید ترغیب دلاتے ہوئے نیکی کا ساتھ دینے والے کو نیکی کرنے والے کے اجر میں برابر کا حصہ دار بھی قرار دیا ہے، جیسا کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ساز و سامان دیا تو گویا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے جہاد کرنے والے کے اہل و عیال کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔[1] جس نے کسی بھی مسلمان کی نیکی کے کام میں مدد کی تو اس مدد کرنے والے کے لیے اس نیکی کرنے والے کے برابر اجر ہے اور تمام نیک اعمال میں یہی معاملہ ہے۔[2] جیسا کہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نیکی کرنے والا، کرانے والا، بتانے والا اور مشورہ دینے والا، سب ثواب کے حق دار ہیں۔[3]

نیکی پر مدد کی صورتیں نیکی اور خیر کے کاموں میں باہمی تعاون کی مختلف صورتوں میں سے چند پیشِ خدمت ہیں:

◎ وقت کے ذریعے مدد کرنا یعنی نیکی اور دین کے کاموں کیلئے وقت نکال کر دینی سرگرمیوں میں حصہ لینا۔ ◎ مالی تعاون مثلاً مسجد، مدرسہ یا غربا و مساکین کی مدد کے لیے کسی فلاحی ادارے میں رقم دینا مثلاً اشاعتِ دین اور سنتوں کی خدمت کے لیے اپنے صدقات و عطیات اپنی پیاری دینی تحریک دعوتِ اسلامی کو دینا وغیرہ۔ ◎ نیکی پر مدد کا ایک طریقہ نیک بات کا حکم دینا یا بُرائی سے منع کرنا بھی ہے، احادیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ نیکی کا حکم دینے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً اگر گمان غالب یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بُری بات سے باز آجائیں گے تو نیکی کا حکم دینا واجب ہے، اس کو باز رہنا جائز نہیں، غالب گمان یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کر سکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہو گا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی، جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کر لے گا تو ان لوگوں کو بُرے کاموں سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ حکم دے۔[4] چنانچہ آپ کے خاندان میں سے یا دیگر جاننے والی

خواتین میں سے کوئی گناہوں کی عادی ہو تو جنت کے راستے پر چلنے میں اس کی مدد کریں اور اسے نرمی و محبت سے نیکی کی دعوت دیں اور بُرائی سے منع کریں۔ ◎ کسی کو ظلم و زیادتی سے روکنا بھی نیکی پر اس کی مدد ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ جب یہ عرض کی گئی کہ ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا: ظالم کے ہاتھ پکڑ کر (یعنی اسے ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنا ہے)۔[5]

نیکی پر مدد کے اور بھی بہت سے ذرائع ہیں مثلاً کتاب و قلم سے اور کردار وغیرہ سے۔ کیونکہ علمائے کرام قلم سے نیکی پر مدد کرتے ہیں، اولیائے عظام کا کردار نیکی پر مدد ہے اور بزرگوں کی کتابوں سے مدد لے کر یا خود کتابیں لکھ کر دوسروں کو دین کے احکام، دین کی باتیں پہنچا کر نیکی پر مدد کی جا سکتی ہیں۔

الحمد للہ ہماری پیاری تحریک دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں ہمارے لیے نیکی پر مدد کے ذرائع بے شمار ہیں، مثلاً ہم دوسری خواتین کو سنتوں بھرے اجتماع کا ایڈریس بتا کر بلکہ اپنے ساتھ لے جا کر نیکی پر مدد کر سکتی ہیں، علمِ دین کے فوائد بتا کر مدنی مذاکرہ سننے اور مدنی چینل دیکھنے کی ترغیب دلا کر نیکی پر مدد کر سکتی ہیں، اسی طرح قرآنِ پاک کی تعلیم دے یا دلوا سکتی ہیں، نماز، زکوٰۃ، حج کی درستی کے لیے دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے مختلف کورسز میں دیگر اسلامی بہنوں کو داخلہ دلوا کر نیکی کے راستے کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں، یہ سب نیکی پر مدد کے ذرائع ہی تو ہیں۔ اگر آپ لکھنا جانتی ہیں یا لکھنے کا شوق رکھتی ہیں تو آیئے! نیکی پر مدد کیجئے! الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کا شعبہ ماہنامہ خواتین موجود ہے، آپ اس کے پلیٹ فارم سے امت کی خیر خواہی اور نیکی پر مدد کی نیت سے مضامین لکھئے، آپ کے مضامین ضروری تفتیش وغیرہ کے مراحل کے بعد ان شاء اللہ ماہنامہ خواتین میں شامل یا دعوتِ اسلامی کے شب و روز کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کئے جائیں گے۔

اگر نیکی پر مدد کرنی ہے اور اپنے لئے ثواب کا ذخیرہ اکٹھا کرنا ہے، نیکی پر مدد کے طریقے سیکھنے ہیں اور دوسروں کو سکھانے ہیں تو اس کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں خود کو شامل کر لیجئے، یہ وہ پلیٹ فارم ہے جس میں نیکی پر مدد بھی کی جاتی ہے اور نیکی پر مدد کرنے کے طریقے بھی سکھائے جاتے ہیں۔ آیئے! اس دینی تحریک سے وابستہ ہو جایئے، خود بھی نیک بنئے اور دوسروں کو بھی نیکی پر مدد کر کے نیک راستے پر چلایئے۔

البتہ! یہ بھی یاد رہے کہ کچھ نیکیاں ہم ڈائریکٹ نہیں کر سکتیں، مثلاً تبلیغِ دین کے لیے مدنی قافلے میں سفر کرنا وغیرہ تو ایسی صورت میں ہم اپنے گھر کے مرد حضرات کی اس نیک کام کی ادائیگی کے لیے اسباب فراہم کر کے ان کے ثواب میں شامل ہو سکتی ہیں۔ صحابہ کرام و صحابیات نیکی کے کاموں میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ رکھتے تھے جیسا کہ ہجرت کے موقع پر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازمِ مدینہ ہوئے تو اس موقع پر حضرت اسماء بنتِ صدیق نے سامانِ سفر تیار کرنے کی خدمت سرانجام دی، جب باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو انہوں نے اپنے نِطاق (کمر پر باندھنے کے کپڑے) کے 2 ٹکڑے کر کے اس سے سامانِ سفر باندھا، اسی وجہ سے آپ کا لقب ذاتُ النطاقین یعنی دو پٹکوں والی ہے۔[6] لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم جو نیکی کے کام خود نہیں کر سکتیں ان میں اپنے محارم کی مدد کر کے ثواب کی حصہ دار بنیں۔ اللہ پاک ہمیں اپنے اندر نیکیوں کی حرص پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیکی کے راستے میں ایک دوسرے کی مددگار بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بخاری، 2/267، حدیث: 2843 2 شرح ابن بطال، 5/51 ملتقطاً 3 مراٰۃ المناجیح، 1/194 4 فتاویٰ ہندیہ، 5/352، 353 5 بخاری، 2/127، حدیث: 2444 6 بخاری، 2/304، حدیث: 2979



گناہ پر مدد

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 28ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

بنتِ شاہ حسین
طالبہ دورۂ حدیث جامعۃ المدینہ گرلز خیر پور میرس

مدد دو طرح کی ہوتی ہے: اچھی اور بُری۔ الحمدللہ! ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہمیں ایک دوسرے کی اچھی امداد کا درس دیتا ہے، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مدد کرنا اچھی مدد اور ایسے ہی گناہ کے کاموں پر مدد کرنا بُری مدد ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ (پ6، المائدۃ:2) ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے دو چیزوں کا حکم دیا ہے: (1) نیکی اور پرہیز گاری پر مدد کا (2) گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرنے کا۔ آیت میں اِثْم سے مراد گناہ ہے اور ایک قول کے مطابق کفر ہے۔[1] گناہ پر مدد کرنے سے مراد گناہ پر راضی رہتے ہوئے گناہ گار کا ساتھ دینا ہے، دیگر معانی میں بُرا ساتھی اور بُری صحبت اختیار کرنا مراد ہے۔

گناہ پر مدد کا حکم گناہ پر مدد کرنا اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے جس کا منع ہونا واضح آیتِ کریمہ سے ثابت ہے، لہٰذا گناہ پر مدد کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔

گناہ پر مدد کی چند مثالیں کسی کا حق مارنے میں دوسرے کی مدد کرنا، سود لے کر فیصلہ بدلنا، ظالموں کی حمایت کرنا، جھوٹے مقدمہ بازوں کی وکالت کرنا، فحاشی، گانے باجے اور رقص وغیرہ کی محفلوں کی طرف رہنمائی کرنا، وہ ادارے جہاں غلط اور غیر شرعی عقائد وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کرنا، گناہ کے کاموں میں سفارش کرنا، جھوٹی گواہی دینا وغیرہ۔

گناہ پر مدد کے اسباب و نقصانات گناہ پر مدد کرنا دنیا و آخرت دونوں میں نقصان کا سبب ہے دنیا میں اس طرح کہ شرمندگی کا باعث ہے اور اخروی نقصان عذاب کی حق داری ہے۔ انسان کا گناہ پر مدد سے بچنا اسی صورت ممکن ہو گا جب گناہ کے بارے میں علم ہو۔ بسا اوقات لوگ گناہ پر مدد کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا علم نہیں ہوتا اس صورت میں ہر ایک کو چاہیے کہ وہ گناہ کو پہچان کر اس پر مدد کرنے سے باز رہے۔ گناہ کی پہچان سے متعلق حدیثِ مبارک میں ہے: نیکی اچھے اخلاق ہیں اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کا پتا چلے۔[2]

بعض اوقات گناہوں پر مدد کرنے والے یہ سوچ کر مدد کرتے ہیں کہ بُرائی کرنے والا خود ہی اس کا نقصان اٹھائے گا ہمیں کیا؟ یہ سوچ نہایت غلط ہے، اس لیے کہ اس کے گناہ کے اثرات تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں، ایسے ہی جیسے کشتی توڑنے والا اکیلا نہیں ڈوبتا بلکہ سب کو لے کر ڈوبتا ہے۔ اسی طرح بُرائی کرنے والے چند افراد کا یہ جرم تمام معاشرے میں پھیل جاتا ہے اور ایک بدبخت کی وجہ سے سب اس کا شکار ہو جاتے اور اس میں مبتلا ہو کر اپنی آخرت برباد کر ڈالتے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں گناہوں پر کسی کی مدد کرنے سے محفوظ رکھے اور نیکیوں پر ایک دوسری کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بنتِ واجد
طالبہ درجۂ خامسہ جامعۃ المدینہ گرلز کوہی والا ملتان

کسی کے گناہوں میں مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے بُرے اعمال میں شریک ہو رہی ہیں یا اسے اس میں مزید ملوث ہونے کی ترغیب دے رہی ہیں، یہ عمل خود گناہ ہے اور اس کا وبال آپ پر بھی پڑے گا۔ قرآن و حدیث میں اس بات کی مذمت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ (پ6، المآئدۃ:2) ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

جو کسی بُرے کام میں کسی دوسرے کی مدد کرے یا کسی کو برائی کی دعوت دے، تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہے۔ جیسا کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی، اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہو گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔[3] اسی طرح ایک اور حدیثِ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی بُرا طریقہ جاری کیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا، تو اس کے لئے بھی اتنا ہی گناہ لکھا جائے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔[4]

محیط بُرہانی میں ہے: گناہوں اور فسق و فجور کے کاموں پر مدد کرنا اور اس پر ابھارنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔[5]

گناہ پر مدد کرنے کے نقصانات اس کے ذاتی، معاشرتی، دنیوی و اخروی ہر طرح سے نقصان ہی نقصان ہیں، مثلاً ذاتی نقصان یہ ہے کہ گناہوں پر مدد کرنے سے آپ کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے اور آپ خود بھی گناہ کی راہ پر چل سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ آخرت میں بھی جواب دینا ہے کہ آپ کو آخرت میں ان گناہوں کا حساب دینا ہو گا جن میں آپ نے دوسروں کی مدد کی ہو گی۔ جبکہ معاشرتی نقصان یہ ہے اس سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہو گا اور بُرائیوں کو فروغ ملے گا۔

کرنے والے کام گناہ ہوتا دیکھ کر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس حوالے سے کچھ کرنے کے کام یہ ہیں:

1. **روکنا** اگر آپ کسی کو گناہ کرتی دیکھیں تو اسے محبت اور حکمت کے ساتھ روکنے کی کوشش کیجئے۔ ہاتھ سے روک سکیں تو ہاتھ سے روکیے۔ اگر ہاتھ سے روکنے پر قادر نہ ہوں تو زبان سے روکیے۔ اگر ایسا کرنے پر بھی قادر نہ ہوں تو کم از کم دل میں ہی بُرا جانیے کہ یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔[6]
2. **نصیحت** مناسب موقع دیکھ کر نرمی کے ساتھ نصیحت کیجئے تاکہ وہ گناہ سے باز آسکے۔
3. **دعوت و ترغیب** نیکی کی دعوت دیجئے، اس کی اہمیت اور فوائد پر روشنی ڈالیے اور دوسروں کا دل دکھانے کے وبال سے بچنے کی ترغیب دلائیے۔
4. **خود محتاط رہنا** اپنے اعمال کا جائزہ لیتی رہیے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کیجئے۔

معاذَ اللہ اگر آپ کسی کے گناہوں میں مدد کرتی ہیں تو یہ آپ کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان دہ ہے۔ اس لیے ہمیشہ نیکی اور پرہیز گاری کی راہ اختیار کیجئے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کیجئے۔ اللہ پاک ہمیں گناہ کرنے اور گناہوں پر مددگار بننے سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. تفسیر صراط الجنان، 2/378
2. مسلم، ص1061، حدیث:6516
3. مسلم، ص1103، حدیث:6804
4. مسلم، ص1103، حدیث:6800
5. محیط برہانی، 10/181
6. مسلم، ص49، حدیث:177



تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 28ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 255 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی قرآن سے محبت	49	گناہ پر مدد	65	حاکم کے حقوق	141

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی قرآن سے محبت سیالکوٹ: اگوکی: بنت ارشد۔ تلواڑہ مغلاں: بنت اسلام، بنت اللہ دتہ، بنت جاوید سرور، بنت عارف حسین، بنت غلام عباس، بنت فیصل مجید، بنت فیصل، بنت محمد آصف، بنت محمد ارشد، بنت محمد اسلم، بنت منیر احمد، بنت وسیم علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت امجد حسین، بنت امجد فاروق، بنت اورنگزیب، بنت خالد حسن، بنت راشد، بنت رضا، بنت سرمد، بنت عرفان، بنت محمد امین، بنت محمد بوٹا، بنت محمد حبیب، بنت محمد شاہد، بنت محمد عارف، بنت ناصر علی، بنت ناصر، ہمشیرہ احمد، ہمشیرہ علی، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ محمد حسین۔ مظفر پورہ: بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت شفیق، بنت محمد ارشد، بنت محمد نواز، ہمشیرہ قاسم علی۔ معراج کے: بنت غلام عباس۔ گلبہار: ام مشکوۃ، ام ہانی، بنت محمد عنصر، بنت محمود حسین۔ فیصل آباد: چیاں: بنت محمد جاوید اقبال۔ لاہور: ناظم آباد: بنت محمد فاروق۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ کوہی والا: بنت محمد علی، بنت واجد۔ گجرات: سوکلاں: بنت محمد عاشق ڈار۔

حاکم کے حقوق بہاولپور: یزمان: بنت قاسم حسین۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: اخت عبدالاحد، بنت رزاق احمد، بنت سائیں منگا، بنت شہزاد، بنت عبد الوحید خان، بنت محمد انور، بنت محمد جنید رضا، بنت محمد شکور۔ شفیع کا بھٹہ: بنت افتخار احمد، بنت آصف اقبال، بنت ابرار حسین، بنت اشرف، بنت اشفاق، بنت اصغر، بنت اعجاز احمد، بنت اعجاز، بنت اللہ دتہ، بنت امجد پرویز، بنت انتظار حسین، بنت انعام اللہ، بنت بابر، بنت بشیر احمد، بنت تنویر، بنت خالد پرویز، بنت خلیل احمد، بنت خوشی محمد، بنت دلاور حسین، بنت ذوالفقار انور، بنت راشد محمود، بنت رزاق بٹ، بنت ساجد، بنت سعید، بنت سلیم، بنت سید عاشق حسین، بنت شفاقت علی، بنت شمس پرویز، بنت شہباز احمد، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت طارق نذیر، بنت طاہر، بنت طاہر محمود، بنت عبدالقادر، بنت عبدالماجد، بنت عبدالمجید، بنت عثمان علی، بنت عرفان، بنت غلام رسول، بنت فضل الٰہی، بنت محمد آصف، بنت محمد احسن، بنت محمد ارشد، بنت محمد اشرف (رابعہ)، بنت محمد اشرف (خامسہ)، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد اشفاق، بنت محمد امجد، بنت محمد امین، بنت محمد اکرام، بنت محمد بشیر، بنت محمد بوٹا، بنت محمد جان، بنت محمد جمیل، بنت محمد حبیب، بنت محمد خالد، بنت محمد رمضان، بنت محمد سجاد احمد، بنت محمد سجاد، بنت محمد سلیم، بنت محمد شریف، بنت محمد شمس، بنت محمد شکیل، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد عابد، بنت محمد عارف، بنت محمد عرفان، بنت محمد فاروق، بنت محمد فرید، بنت محمد ندیم، بنت محمد نعیم، بنت محمد کاشف، بنت محمد گلزار، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف، بنت ندیم جاوید، بنت نوید احمد، بنت کاشف شیراز، بنت کرامت علی، ہمشیرہ حامد مغل، ہمشیرہ حیدر علی، ہمشیرہ زین علی، ہمشیرہ عبدالرحمن، ہمشیرہ عبدالقدوس، ہمشیرہ علی، ہمشیرہ عمر جٹ، ہمشیرہ محمد آصف، ہمشیرہ محمد احمد، ہمشیرہ محمد ایان، ہمشیرہ محمد جواد، ہمشیرہ محمد شہزاد حسن، ہمشیرہ محمد طاہر، ہمشیرہ محمد علی، ہمشیرہ محمد منیب، ہمشیرہ میر حمزہ۔ مظفر پورہ: بنت غلام میراں، بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت خلیل احمد، بنت رمضان، بنت شاہد، بنت شبیر، بنت ظفر اقبال، بنت عبدالقیوم، بنت محمد اعظم، بنت محمد افضل، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد عمران، بنت محمد لطیف عمران، بنت محمد نواز، بنت محمد یاسر۔ نواں پنڈ آرائیاں:

بنت ظفر اسلام۔ پاکپورہ: بنت اظہر، بنت لیاقت علی، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ گلبہار: بنت امیر حیدر، بنت رضوان، بنت سجاد حسین، بنت طارق محمود، بنت ظہور الٰہی، بنت محمد رشید، بنت محمد شہباز، بنت محمد عنصر، بنت محمد منیر، بنت محمود حسین۔ لالہ موسیٰ: بنت قیصر نوید۔ ملتان: کوہی والا: بنت واجد۔ گجرات: سراجا منیرا: بنت محمد طارق۔

گناہ پر مدد اٹک: حضرو: بنت محمد ایوب۔ خیر پور: میرس: بنت شاہ حسین۔ ناتھن شاہ: بنت غلام علی چانڈیو۔ راولپنڈی: ھدی للناس اکیڈمی: بنت راجہ واجد حسین۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت تنویر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت رانا محمد نعیم، بنت نصیر احمد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اشفاق احمد، بنت افضال احمد، بنت اورنگزیب، بنت اویس، بنت تنویر، بنت جاوید اقبال، بنت جہانگیر، بنت شبیر احمد زیدی، بنت شبیر احمد، بنت شبیر، بنت شمس، بنت شمس پرویز، بنت ظہور احمد، بنت عارف محمود، بنت عبد الرزاق، بنت عرفان، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد اقبال، بنت محمد انور، بنت محمد اکرم، بنت محمد سلیم، بنت محمد عمران، بنت محمد غفور، بنت محمد نعیم، بنت محمد وسیم، بنت محمد یوسف، بنت ناصر محمود، ہمشیرہ احسان الٰہی، ہمشیرہ حنظلہ صابر، بنت عبد الرزاق۔ مظفر پورہ: بنت آصف محمود، بنت ارشد، بنت ارشد علی، بنت اظہر اقبال، بنت اظہر حسین، بنت جاوید، بنت عابد حسین، بنت غلام عباس، بنت غلام میراں، بنت محمد طارق، بنت محمد لطیف عمران، بنت محمد نعیم، بنت محمد نواز، بنت ملک امجد سہیل، بنت نعیم، ہمشیرہ امیر حمزہ۔ پاکپورہ: بنت اظہر، بنت سید ابرار حسین۔ گلبہار: بنت امیر حیدر۔ فیصل آباد: چباں: بنت ارشد محمود۔ لالہ موسیٰ: بنت شفیق۔ ملتان: کوہی والا: بنت اشرف، بنت واجد۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ سرجانی ٹاؤن: بنت محمد نعیم۔ گجرات: ام شجاع۔

حاکم کے حقوق

بنتِ رزاق احمد (بہارِ مدینہ تلواڑہ مغلاں سیالکوٹ)

کسی بھی معاشرے میں زندگی کے معاملات کو صحیح طور پر چلانے کے لئے ایک حاکم یا امیر کا ہونا ضروری ہے۔ شہری زندگی ہو یا دیہاتی۔ بغیر حاکم و امیر کے کسی بھی جگہ کا نظام درست نہیں رہ سکتا اور کوئی بھی حاکم معاشرے میں امن و امان اس وقت تک قائم نہیں کر سکتا، جب تک کہ اسے رعایا کا تعاون حاصل نہ ہو۔ اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ کسی بھی معاشرے کے اندر بدامنی کے پھیلنے میں سب سے بڑا دخل حاکم اور محکوم کی اپنی اپنی ذمہ داری اور اپنے اوپر واجبی حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی ہے۔ اس لئے اس چیز کی پہچان ضروری ہے کہ حاکم و محکوم اپنے فرائض و واجبات کو پہچانیں۔

اسی کے پیشِ نظر رعایا پر حاکم کے چند حقوق ذکر کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں یہ حکم ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ (پ5، النسآء:59) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ آیت میں "اُولِی الْاَمْرِ" کی اطاعت کا حکم ہے۔ اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علما سب داخل ہیں۔[1]

حاکمِ اسلام کے حقوق

(1) اطاعت کرنا حاکمِ اسلام کی اطاعت و فرمانبرداری ہر فردِ بشر پر واجب ہے بشرطیکہ اس کا حکم شریعت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔[2]

(2) احترام کرنا حاکمِ اسلام کی عزت و احترام کرنا اور اس کی توہین نہ کرنا بھی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حاکم کی عزت نہ کرنے کے حوالے سے فرمایا: جس نے اللہ پاک کے بنائے گئے حاکم کی توہین کی اللہ پاک اسے ذلیل کرے گا۔[3]

مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت دلیلُ الفالحین میں ہے: یعنی اس کی بات نہ سنی اور نہ ہی اس کے حکم کی اطاعت کی تو اللہ پاک

اسے دنیا میں بھی ذلیل کرے گا اور عفو و درگزر کا معاملہ نہ ہوا تو آخرت میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب دے گا۔ کیونکہ اس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی اور ایسے شخص کو ذلیل کرنے کی کوشش کی جسے اللہ پاک نے عزت عطا فرمائی۔

حدیثِ پاک میں سلطان سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی چیز پر والی اور حاکم بنایا گیا ہو۔[4]

(3) حکم پر عمل رعایا کو چاہیے کہ حاکم کے حقوق ادا کرے اور اس کا جو حکم شریعت کے موافق ہے اس کی اطاعت کرے اگرچہ حاکم رعایا کے حقوق ادا نا کرتا ہو۔ چنانچہ،

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ایسے حاکم کے بارے میں پوچھا گیا جو رعایا کے حقوق ادا نہ کرتا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان پر وہ لازم ہے جس کے وہ پابند کیے گئے ہیں اور تم پر وہ لازم ہے جس کے تم پابند کیے گئے ہو۔[5]

(4) حاکم سے جھگڑا نہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی حاکم سے جھگڑے تو اس کی گردن اڑا دو۔[6] علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ خطاب اس حاکم کی بیعت لینے اور نہ لینے والے دونوں کو شامل ہے۔[7]

(5) حکمرانوں کے عیب ظاہر نہ کرنا حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک سے آہستہ آواز سے دعا کرو۔ کیونکہ جب لوگ بلند آواز سے دعا کریں گے تو ان کا عمل حکمرانوں کی بے عزتی اور فتنہ و فساد کا سبب بنے گا۔[8]

(6) اچھائی پر شکر اور بُرائی پر صبر کرنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکمِ اسلام زمین پر اللہ پاک کا سایہ ہے۔ جب وہ انصاف کرے تو اُس کے لئے اجر ہے اور رعایا پر شکر لازم ہے اور اگر وہ ظلم کرے تو اس کا گناہ اُسی پر ہے اور رعایا پر صبر لازم ہے۔[9]

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو ایسے حاکم ہیں کہ چور بھی ہمارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دامنِ کرم میں پناہ لیتے ہیں اور گناہ گار بھی ان کی کملی میں چھپتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ حدائقِ بخشش میں لکھتے ہیں:

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چُھپے چور انوکھا تیرا

(7) ان کی عزت کرنا حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: سلاطین کی عزت و توقیر کرو کیونکہ جب تک یہ انصاف کریں گے زمین پر اللہ پاک کی قوت اور سایہ ہوں گے۔[10]

(8) خیر خواہی حاکمِ اسلام کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔ اگر کوئی غفلت نظر آئے تو اچھے طریقے سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ نیز اسے بلکہ تمام مسلمانوں کو صحیح، سچے اور اچھے انداز میں مشورہ دیا جائے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ14، النحل:125) ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

معلوم ہوا کہ رعایا کو اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے حکمران کی اطاعت کرنی چاہیے۔ ہاں! اگر وہ بُرائی کا حکم دے تو اطاعت واجب نہیں بلکہ ناجائز اور گناہ ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے اللہ پاک سے دعا کرنی چاہیے اور اپنی اصلاح کی طرف بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ کیونکہ رعایا کے بُرے اعمال کے سبب ہی بُرے حکمران مسلط کیے جاتے ہیں۔ لوگ حکمرانوں کو تو بُرا کہتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے۔ اگر رعایا سدھر جائے تو حکمران بھی سدھر جائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں بُرے حکمرانوں سے محفوظ فرمائے اور نیک حکمران عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر صراط الجنان، 2/230 2 بخاری، 2/297، حدیث:2957 3 ترمذی، 4/96، حدیث: 2231 4 دلیل الفالحین، 3/137، تحت الحدیث:672 5 مسلم، ص792، حدیث:4782 6 مسلم، ص791، حدیث:4776 7 مرقاۃ المفاتیح، 7/260، تحت الحدیث:3679 8 عمدۃ القاری، 16/329، تحت الحدیث:7052 9 شعب الایمان، 6/16، حدیث:7369 10 ربیع الابرار و نصوص الاخبار، 5/161، حدیث:1

اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز

کراچی کے جامعات المدینہ گرلز سے تخصص فی الفقہ اور فیضانِ شریعت کورس مکمل کرنے والی طالبات کی رِداپوشی

کراچی کے جامعات المدینہ گرلز سے تخصص فی الفقہ اور فیضانِ شریعت کورس مکمل کرنے والی طالبات کی رِداپوشی کی پُروقار تقریب 22 اگست 2024 بروز جمعرات کو عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کے قریب مقامی بینکوئٹ میں منعقد ہوئی جس میں امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی صاحبزادی، اراکینِ عالمی مجلسِ مشاورت، اراکینِ پاکستان مشاورت، طالبات، ان کی سرپرست خواتین، مدارس المدینہ گرلز کی ناظمات و مُدَرِّسہ اسلامی بہنوں سمیت کم و بیش دو ہزار کے قریب عاشقاتِ رسول اسلامی بہنیں شریک ہوئیں۔ تقریب میں علمِ دین کی فضیلت و اہمیت پر سنتوں بھرے بیانات ہوئے جن میں کہا گیا کہ علم بذاتِ خود عبادت ہے، اس سے کبھی محروم نہیں ہونا چاہئے۔ کتاب کا ساتھ ہونا رفیق ہے۔ دل میں علم کا شوق ہونا چاہئے تاکہ انسان کی تنہائی علم کی روشنی سے منور ہو۔ علم کے حوالے سے خود پر توجہ دی جائے۔ علم سیکھنے کا سلسلہ جاری رکھیے اور اس سے دعوتِ اسلامی کو فائدہ پہنچایئے۔ تقریب کے اختتام پر امیرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی صاحبزادی نے کامیاب طالبات کی رِداپوشی کی اور انہیں دینی کاموں میں حصہ لینے کی نیت بھی کروائی، جس پر طالبات نے اچھی نیتوں کا اظہار کیا، نیز تقریب کے اختتام پر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا اور دعا بھی کی گئی۔

یومِ تحفّظِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے موقع پر اسلامی بہنوں کے لئے 2376 مقامات پر اجتماعات کا انعقاد

07 ستمبر 2024 کو یومِ تحفّظِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے موقع پر اسلامی بہنوں کے درمیان دنیا بھر میں اجتماعات کا انعقاد ہوا۔ تفصیلات کے مطابق دنیا بھر میں 2376 مقامات پر اجتماعات منعقد ہوئے جن میں تقریباً 2 لاکھ 59 ہزار اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ اجتماعات میں دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے نگران مولانا حاجی محمد عمران عطاری مُدَّظِلُّہُ العالی نے "شانِ مصطفےٰ" کے موضوع پر خصوصی بیان فرمایا جو مدنی چینل کے ذریعے تمام مقامات پر دیکھا اور سنا گیا۔ نگرانِ شوریٰ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عقیدۂ ختمِ نبوت کو واضح کیا اور اسلامی بہنوں کو تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرامین پر عمل کرتے ہوئے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دلائی۔

2 ستمبر کو یومِ دعوتِ اسلامی کے موقع پر فیضانِ صحابیات P.I.B کراچی میں محفلِ نعت کا سلسلہ

2 ستمبر 2024 کو یومِ دعوتِ اسلامی کے موقع پر فیضانِ صحابیات عطائے عطار پی آئی بی کالونی کراچی میں محفلِ نعت کا سلسلہ ہوا جس میں بنتِ عطار سلمہا الغفار، عالمی مجلسِ مشاورت نگران اور عالمی سطح کی دیگر ذمہ داران سمیت 250 سے زائد اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ محفل میں عالمی مجلسِ مشاورت نگران اسلامی بہن نے بیان کیا جس میں انہوں نے امیرِ اہلسنت

دامت برکاتہم العالیہ کی کاوشیں اور دعوتِ اسلامی کی خدمات بیان کیں۔ اس ایونٹ میں بالخصوص اُن اسلامی بہنوں کو بلایا گیا تھا جو پہلے دعوتِ اسلامی میں اپنی خدمات سرانجام دے چکی ہیں، لیکن اب کسی سبب سے وقت نہیں دے پاتیں۔ صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے ان اسلامی بہنوں سے ملاقات فرمائی اور انہیں اب بھی دعوتِ اسلامی کے دینی کام میں اپنا وقت دے کر حصہ ملانے کا ذہن دیا جس پر انہوں نے اچھی اچھی نیتوں کا اظہار کیا۔ محفل کے اختتام پر بنتِ عطار سلمہا الغفار نے دُعا بھی کروائی۔

لاہور میں شعبہ کفن دفن کے تحت دودن کا لرننگ سیشن

شعبہ کفن دفن کے تحت 7 اور 8 ستمبر 2024 کو فیضانِ صحابیات مزنگ لاہور میں دودن کا لرننگ سیشن ہوا۔ لرننگ سیشن کا آغاز تلاوت و نعت سے کیا گیا جس کے بعد شعبہ کفن دفن پاکستان سطح کی ذمہ دار اسلامی بہن نے "ذمہ داری اور حقوق العباد" کے موضوع پر ذمہ دار اسلامی بہنوں کی تربیت کی۔ سیشن میں پاکستان مشاورت نگران اسلامی بہن اور شعبے کی عالمی سطح پر ذمہ دار اسلامی بہن نے مختلف موضوعات پر تربیت فرمائی اور دینی کاموں کے اہداف دیئے۔ انہوں نے نمایاں کارکردگی پر اسلامی بہنوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کو تحائف بھی دیئے۔

کوثر کالونی بہاولپور میں نیو مسلم خواتین کے لئے لَرننگ سیشن

بہاولپور شہر کی کوثر کالونی میں قائم اسلامی بہنوں کے مدنی مرکز فیضانِ صحابیات میں دعوتِ اسلامی کے شعبہ فیضانِ اسلام کے تحت نیو مسلم خواتین کے لیے لَرننگ سیشن کا اہتمام ہوا جس میں نیو مسلم خواتین کی اسلام کے متعلق تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی خوبیوں اور نماز کے متعلق بیان کرتے ہوئے انہیں اسلام کی بنیادی معلومات سے آگاہ کیا گیا۔ اس موقع پر طہارت کورس بھی کروایا گیا۔ اس سیشن میں کئی نیو مسلم خواتین اور بچوں نے شرکت کی۔ بچوں کو بھی اسلام کے متعلق تربیت کے مدنی پھول پیش کیے گئے۔ سیشن میں موجود تمام نیو مسلم خواتین نے دعوتِ اسلامی کی اس کاوش کو بہت سراہا اور خواہش کی کہ وقتاً فوقتاً اس طرح کے سیشن ہونے چاہئیں۔

ذمہ دار اسلامی بہنوں کا جامعہ صدیقیہ ابراہیمہ للبنات کا وزٹ

دعوتِ اسلامی کے شعبہ رابطہ بالعالمات کے تحت بہاولپور کی ذمہ دار اسلامی بہن نے دیگر ذمہ دار اسلامی بہنوں کے ساتھ بہاولپور میں قائم عاشقاتِ رسول کے جامعہ صدیقیہ ابراہیمہ للبنات کا وزٹ کیا۔ اس دوران جامعہ کی معلمات، ناظمہ اور دورۂ حدیث شریف کی طالبات سے ملاقات کا سلسلہ ہوا۔ ذمہ دار اسلامی بہنوں نے اُنہیں دعوتِ اسلامی کے مختلف شعبہ جات کا تعارف پیش کرتے ہوئے بالخصوص دعوتِ اسلامی کے شعبہ اسلامک ریسرچ سینٹر المدینۃ العلمیۃ کی تیار کردہ نصابی کتب کے متعلق آگاہی فراہم کی۔ جامعہ کی ناظمہ نے دعوتِ اسلامی کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے المدینۃ العلمیۃ کی تیار کردہ نصابی کتب کو اپنے جامعہ کے نصاب میں شامل کرنے کی نیت کا اظہار کیا۔

لاہور سٹی ذمہ داران کا مدنی مشورہ

11 ستمبر 2024 بروز بدھ پاکستان مجلسِ مشاورت نگران اسلامی بہن نے لاہور میں لاہور سٹی ذمہ داران کا مدنی مشورہ لیا جس میں لاہور سٹی نگران و شعبہ ذمہ داران، ڈسٹرکٹ، ٹاؤن اور سب ٹاؤن نگران اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ مُبلّغۂ دعوتِ اسلامی نے "احساسِ ذمہ داری و ٹائم مینجمنٹ" کے موضوع پر بیان فرمایا۔ دورانِ مدنی مشورہ پچھلے سات ماہ کی کارکردگیوں کا جائزہ لیا گیا اور سالانہ اہداف پورے کرنے کا ذہن دیا گیا۔ مشورے میں شریک اسلامی بہنوں نے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی نیتیں کیں۔

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے
اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے
news.dawateislami.net

شب و روز دعوتِ اسلامی کے

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے اگست 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		1080708	309947	1390655
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		36839	107950	144789
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4767	11538	16305
	پڑھنے والیاں	35917	102039	137956
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	5441	11008	16449
	شرکائے اجتماعات	156710	386611	543321
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		37549	127353	164902
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		12242	34508	46750
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		144545	769060	913605
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		40058	96340	136398
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	2177	670	2847
	شرکائے مدنی کورسز	47250	9556	56806

31واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے جنوری 2025

1. حضور ﷺ کی اپنے والدین سے محبت
2. بے حیائی
3. دین سے دوری کی وجوہات

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات جڑانوالہ

الحمد للہ مرشدِ کریم کے فیضان سے مالا مال دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات محلہ غوثیہ پارک گلی نمبر 8 نزد رانا پیٹرول پمپ 240 موڑ جڑانوالہ** (ضلع فیصل آباد) کا سنگِ بنیاد 2022 عیسوی میں رکھا گیا۔ خواتین کے اس مدنی مرکز کا باقاعدہ افتتاح دعوتِ اسلامی کے ایک ڈویژن نگران نے فرمایا۔ اس جگہ کو دعوتِ اسلامی سے وابستہ ایک عاشقِ رسول حاجی رانا شوکت صاحب مرحوم نے اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کے لئے خرید کر وقف کیا۔ اللہ پاک مرحوم کی بے حساب مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلندی عطا فرمائے اور اس مدنی مرکز کو ان کے لئے ثوابِ جاریہ کا سبب بنائے۔ اٰمین

آفسز کی تعداد

الحمد للہ فیضانِ صحابیات جڑانوالہ میں یہ 3 آفسز انتہائی منظم انداز میں دین کا پیغام عام کرنے میں مصروفِ عمل ہیں:

- فیضانِ صحابیات آفس
- ناظمہ آفس
- مدرسۃ المدینہ بالغات آفس

اوقاتِ کار

الحمد للہ فیضانِ صحابیات جڑانوالہ میں اسلامی بہنوں کو علم و عمل سے آراستہ کرنے، انہیں دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ کرنے اور ان کی تنظیمی تربیت کرنے کی غرض سے مختلف اوقات میں مختلف دینی کاموں اور کورسز کرنے کروانے وغیرہ کا بھی سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ مثلاً

- صبح نو بجے سے دوپہر ساڑھے بارہ بجے تک مدرسۃ المدینہ بالغات لگایا جاتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں ہی اسلامی بہنوں کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھانے کی سعادت حاصل کرتی ہیں۔
- دوپہر تین بجے سے چار بجے تک گلی گلی مدرسۃ المدینہ کا اہتمام ہوتا ہے۔
- اس کے علاوہ اتوار کو صبح نو بجے سے ساڑھے دس بجے تک اور بدھ کو صبح دس بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار اجتماع بھی ہوتا ہے۔

فیضانِ صحابیات جڑانوالہ کی خصوصیت

- الحمد للہ فیضانِ صحابیات جڑانوالہ میں مختلف لرننگ سیشنز کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔



